منتظر عاصی

منتظر عاصی

لَا اِسْمَ لَہٗ

ملی ہے ورا کس کِسا سے اے عاصی
لا اِسْمَ لَہٗ کُل ہوں آں رو رہا ہے

شاعرِ طریقت مُنتظِر عاصیؔ مالیگاوٗ

جملہ حقوق بحق ادارۂ عاصی محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	لااسئلہ
شاعر	:	منتظم عاصی
اشاعت اول	:	۱/ جولائی ۲۰۲۲ء
پیشکش	:	ادارۂ عاصی
صفحات	:	220
طباعت	:	
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	عاصی کمپیوٹر
تعداد اشاعت	:	200
اجراء	:	بموقع جشنِ علیؑ و مخدومہ کائنات سلام اللہ علیہا
قیمت	:	/-

عاصی پبلشر مالیگاؤں
423203 ناسک، مہاراشٹر، ہند

منتظم عاصی 9403921440

انتساب

جنابِ حُر کے نام جن کے انتخاب سے حق و باطل کا امتیاز ملا

اور

تمام اقرباء احباب کے نام جن کی محبتوں کا ثمر ہے "لا اسم لہٗ"

فہرست

☆ تیری امید سے سوا دے گا	14
☆ مری صبح صلی علیٰ کرتے کرتے	15
☆ مرنے کے بعد بھی میں پڑھوں نعتِ مصطفیٰ ﷺ	16
☆ آنکھوں میں روشنی کے نظارے تمہی تو ہو ﷺ	17
☆ ہو بیاں کیسے وصف و مقام آپ ﷺ کا	18
☆ حشر میں آپ ﷺ کے سوا کوئی	19
☆ راج دنیا میں جس کا چلتا ہے	20
☆ مجھے جو آلِ پیمبرؐ سے پیار ہونے لگا	21
☆ آگیا ہے قافلہ رمضان کا	22
☆ رحمتوں بخشش کے ساماں ماہ رمضاں الوداع	23
☆ لگاؤ انسیت عجب ہے خانقاہ سے پیر سے	24
☆ صوف صوفی صاف مظہریت شہِ منصورؒ کی	26
☆ پڑھو دل کھول کے اشعار شمس الدینؒ آئے ہیں	28
☆ خوب تر سب جان کر فرمان شمس الدینؒ کا	30
☆ کر رہے ہیں شباب کی باتیں	31
☆ روک لیتی ہے عزادار محبت میری	33
☆ ہٹے نگاہ سے تیر انداز مشکل ہے	34
☆ جوں درد اُبھرے کمالات سامنے آئے	35

☆ تم، ہم پہ کب لکھو گے ترانہ جواب دو	36
☆ دینے والے تو بس دوا دیں گے	37
☆ آج کل بھونرے کیوں نہیں آتے	42
☆ صبح سے اتنا ہم کلام ہوئی	43
☆ انتظار، خوں، فرقت، اشک، زخم، پتھر ہیں	44
☆ تیری دہلیز سے فہمید میسر ہو گی	45
☆ جان دینے کو ہیں تیار زیارت کے لئے	46
☆ مجمع لگا ہے نظرِ عنایت کے واسطے	47
☆ کہنا ہے کچھ کہوں میں اجازت ہے آپ کی	48
☆ دروازہ کھلا اک بھی نہیں بختِ حزیں پہ	49
☆ ملی جوانی جو پھر سے مری جوانی کو	50
☆ راہ بھٹکوں کو یوں ہم راہ دکھا دیتے ہیں	51
☆ تلاشِ یار میں پھرنے سے آبلہ ہوگا	52
☆ نہ مے کشی کے لئے اور نہ خُسروی کے لئے	53
☆ نوکِ مژگاں کی حرکت دیکھ دیکھ ہارے ہیں	54
☆ جس کی فطرت بڑی جلالی ہے	55
☆ تیری کشفِ نظر سوالی ہے	56
☆ چشمِ اہلِ خرد نے دیکھی ہے	57
☆ ہو کے دل تیرا دل ترانہ ہوا	58
☆ موجود ابھی تک ہیں وہ چاند ستاروں میں	59
☆ محفلِ عشق میں دردوں کو چھپالے تو بھی	60

☆ دیکھنا ایک دن ظفر ہوں گے 61
☆ محسوس ہو رہا ہے کہ دال اب نہیں رہا 62
☆ رخ یہ موسم کا بدلنا تری انگڑائی ہے 63
☆ راگ جگنو تراب کی باتیں 64
☆ کہیں پر کمال و جمال اوج پر ہے 66
☆ مژگان ارتقائے کئی سال ہو گئے 67
☆ قبل منزل کہ تم اتر جانا 68
☆ یوں تو آسان بلاغت سے ضیا بار ہوں میں 70
☆ سنا جو نام تراب جھپا کے، بیٹھ گئے 71
☆ اختلافِ دل دماغ اور سوئے ظن جذبات میں 72
☆ پہلے جو دنگ تھے تیرگی دیکھ کر 73
☆ کہنا ہے کچھ کہوں میں اجازت ہے آپ کی 74
☆ ماحول خوشگوار تھا حرمان کر گیا 75
☆ مرضِ الفت میں گرفتار شفا چاہتا ہے 76
☆ ”دھوپ میں نکلو گھٹاؤں میں نہا کر دیکھو“ 77
☆ بوجھ، ماں باپ کا اک بار اٹھا کر دیکھو 78
☆ رنجشیں اور بڑھانے کی ضرورت کیا ہے 79
☆ ملتا ہے درد و غم بھی الزام عشق میں 81
☆ تڑپتے رہتے ہیں پھر بھی دعا نہیں کرتے 82
☆ دوشِ انا پہ بار اٹھانا پڑا مجھے 83
☆ الوداع جب لکھا تھا کاغذ پر 84

☆ آرزو کرنا جستجو کرنا	85
☆ شیطان مَرزبان میں کل مُنکران میں	87
☆ بعد مدت کے یہ اقرار تماشہ کیا ہے	89
☆ نہ ملے گی شفا کہا تھا نا	90
☆ اوارہ ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی	91
☆ جب تجھے آفتاب بھیجوں گا	92
☆ مت کرو ازتیاب بھیجوں گا	93
☆ اشک کا اِرتکاب بھیجوں گا	94
☆ *ب* بخت کو راہ بر بنالیں گے	65
☆ باریابِ زماں نیا لیں گے	96
☆ کلمہ ھولا اِلٰہ کا اصرار ہے کہاں	97
☆ کچھ تو ایسے ہیں جو فطرت کو بدلنے نکلے	98
☆ شہر گاؤں نگر نہیں لگتا	99
☆ باردانوں میں گھر بنالیں گے	100
☆ ملی جوانی جو پھر سے مری جوانی کو	101
☆ درد و فرقت سے غموں سے پرے سارے جائیں	102
☆ بخت کے سب ستارے بیچ میں ہیں	103
☆ ساتھ تم میں سَراس ہوتے تو	104
☆ دل یہ کہتا ہے اسے دل میں بسایا جائے	106
☆ دستور شہریار کا اغیار کی طرح	108
☆ جانے کیوں پُر ہراس رہتے ہیں	110

☆ "ٹھوکروں نے سبق سکھایا ہے"	112
☆ خلد میں جب طہور دیتا ہے	114
☆ درگزر اور معافی کے سوا دو مجھ کو	115
☆ وہ عریانیت کے سوڈھلنے لگا ہے	116
☆ ڈھونڈ رہے ہیں مل کے اشارے	118
☆ خوف اب دل پہ روشنی کا ہے	119
☆ شمس مہتاب سا ہوگا وہ تو اختر ہوگا	121
☆ وہ خوب مشک بار تھے کہاں گئے	122
☆ اپنے اشکوں کو روکتا ہے کیا	123
☆ آج پھر میرے تخیل پہ جوانی آئی	124
☆ کیا بتاؤں تجھے کیا سے کیا ہوگیا	125
☆ مشورہ ہے مرا احکام نہ رکھ	126
☆ اپنے ارمان سرِ عام نہ رکھ	127
☆ دھوکے سے، پہلے سر کو جدا کر دیا گیا	128
☆ بر سَرِ رند بلا نوش نہ میخانوں کے	129
☆ ہجر کی رات کو دن کو بھی گزارے گن کر	130
☆ مل گئے ہیں نئے انداز پرانے مت ڈھونڈ	131
☆ درد سے چور ہوگیا ہوگا	132
☆ یہ تکبر جدا رڈالے گا	134
☆ مرا بھی اہلِ جنوں میں شمار ہونے لگا	135
☆ مرا دل توڑ کر تجھ کو ندامت تو نہیں ہے نا	136

☆ یہ جوانی ہی زندگانی ہے 138
☆ اپنی تہذیب وتمدن سے سوا کرتے ہیں 139
☆ فضا جب مسکراتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے 140
☆ مقامِ دستِ بلا! جا بجا تلاش کریں 141
☆ ہم بھی اردو ادب سمجھتے ہیں 142
☆ ہر اک کو سہارا ضروری نہیں ہے 143
☆ ضروری تھا پہلے قلم اور کاغذ 145
☆ مقامِ عشق سے آگے کی آرزو کرنا 146
☆ لہولہان ہوئی آرزو محبت کی 147
☆ مضطرب دل مرا بہلتا ہے 148
☆ شہر آرا ہبہ نہیں کرتا؟ 149
☆ ہر طرف ہر جگہ عیاں تو ہے 151
☆ میں ہوں اسیر دردِ زمانے کے بعد بھی 152
☆ گر ٹھیس کوئی پہنچی ہو فریاد کیے جا 153
☆ مغموم سکتا رہا من اور کسی کا 154
☆ محفوظ مسجدیں نہ مزارات ملک کے 155
☆ قیدِ عشق زار سے یہ دل مرا معذور ہے 157
☆ فن ہنر اور نہ مشغلہ کوئی 158
☆ جو دیا ہے آپ نے مجھ کو صلہ اچھا لگا 159
☆ جب کسی راہ سے گزرتے ہیں 160
☆ سوحد ہوگئی ہے سماں رو رہا ہے 161

☆ دور جا کر وصال بخشے گا 162
☆ آپ ہونٹوں کو جب ہلاتے ہو 163
☆ گوشۂ دل سے سنو بولتی ہے زندگی 164
☆ ضعیف ماں کا جو دل باپ کا دُکھا دے گا 165
☆ کوئی نہیں ہے جو اس پر تجھے صلہ دے گا 166
☆ چلتے ہیں کہ دن نکل رہا ہے 167
☆ ہر وقت جو مُبتذَل رہا ہے 169
☆ شاباش کہ تو سنبھل رہا ہے 170
☆ گر گر کے وہ خود سنبھل رہا ہے 172
☆ یار میرے عشق کے چار سو حصار کر 174
☆ بن کے حافظ اگر پسر جائیں 175
☆ کون اب رازدار ہوتا ہے 177
☆ پھر سے بزمِ انا سجی ہوگی 179
☆ دیر لگتی نہیں دشمنی کے لئے 168
☆ ہے گذارش مری حکومت سے 181
☆ درد و غم دکھ کبھی بلا دے گا 185
☆ کوئی عالم میں تجھ کو کیا دے گا 186
☆ ترے دیار کے ذرّوں کی آرزو کرلوں 187
☆ یہ اشکوں سے بھرا قلزم مجھے اچھا نہیں لگتا 188
☆ ارمانِ محبت میں میں نے دن ہے گذارا 190
☆ جدّت نے کیا مذاق کیا آدمی کے ساتھ 191

☆ فحاشی دور میں ہوتے خیانت کا 192
☆ میدانِ محبت میں کوئی برنہیں دیکھا 193
☆ باقی جہانِ فانی میں وہ بھی کہاں رہے 194
☆ اللہ مسکراتی سدا بیٹیاں رہے 195
☆ دِوانہ بے وفا کا ہجر میں مشکور ہوتا ہے 196
☆ درد زخم ملتے ہیں پھر بھی مسکراتا ہے 198
☆ تم کو قلم لکھ رہا ہوں کاغذ پر 199
☆ اک نور مجھے 200
☆ نظر آیا نہیں کوئی 201
☆ اوراق پہ دل کے ترے محکوم ہیں سارے 203
☆ بسیط تر ہے نجابت خوشامدی نہیں ہے 204
☆ کلیدِ جو دمزاروں سے بات کرنی پڑی 206
☆ جنت پہ حور نیکی امامات اور میں 208
☆ حالات اور وقت سے پہلے گزر گیا 210
☆ تیری تصویر لئے آنکھ میں مرجاتے ہیں 211
☆ جب تلک فاصلہ نہیں ہوگا 212
☆ صادق رسوخِ عشق کو الامام کر دیا 213
☆ کچھ نئی ہے تو کچھ پرانی ہے 214
☆ ماں کی آغوش محافظ بھی ہے تابانی بھی 216
☆ تعصب کو مٹانا چاہتا ہوں 217
☆ مرضی خدا کیا ہے بتا کیوں نہیں دیتے 219

تیری امید سے سوا دے گا
جو بھی مانگا ہے وہ خدا دے گا

مانگنا ہے جو مانگ لے رب سے
ید اٹھا کر کہ تو دعا دے گا

بخش دیتا ہے رب ندامت پر
"کب تلک خود کو تو سزا دے گا"

زندگی ختم ہوگی پل بھر میں
بعد مرنے کے پھر جِلا دے گا

ذاتِ مولا پہ ہے توکل تو
چیر کر دریا راستہ دے گا

نام لے کر خدا کا گر نکلوں
ٹوٹ جاؤں تو حوصلہ دے گا

اس کی قدرت میں کیا نہیں عاصیؔ
جو بھی چاہو وہ مانگنا دے گا

مری صبح صلِّ علیٰ کرتے کرتے
مری شام ہو التجا کرتے کرتے

علیؑ اور آلِ علیؑ کی طرح ہی
"میں مر جاؤں ان سے وفا کرتے کرتے"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سبھی سنّتوں کو
مجھے موت آئے ادا کرتے کرتے

دعا ہے مری زندگی بیت جائے
دیارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دوا کرتے کرتے

تمنا ہے میری مری التجا ہے
سنور جاؤں ذکرِ حرا کرتے کرتے

محبت تھکی ہے نہ ہرگز تھکے گی
غلاموں پہ جود و سخا کرتے کرتے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت
میں پہنچوں گا روزِ جزا کرتے کرتے

مرنے کے بعد بھی میں پڑھوں نعتِ مصطفیٰ ﷺ
ہے آرزو لحد میں رکھوں نعتِ مصطفیٰ ﷺ

گلشن کے کونے کونے میں جا کر کے گاؤں میں
کانوں میں پھول کے میں بھروں نعتِ مصطفیٰ ﷺ

حور و ملک بھی آئے تلاوت کے واسطے
''قرطاسِ دل پہ جب بھی لکھوں نعتِ مصطفیٰ ﷺ''

سنتے ہیں حور و غلماں بھی آکر، یقین ہے
لکھ کر جنوں میں جب بھی پڑھوں نعتِ مصطفیٰ ﷺ

بخشا ہے رب نے مجھکو ہنر شعر و سخن کا
تا زندگی رقم میں کروں نعتِ مصطفیٰ ﷺ

پڑھنے لگا دورد مرے دل کا تار تار
لکھوں پڑھوں کبھی میں سنوں نعتِ مصطفیٰ ﷺ

عاصیؔ ترا خیال تصور عظیم ہے
لکھتا رہے تو بس میں چنوں نعتِ مصطفیٰ ﷺ

آنکھوں میں روشنی کے نظارے تمہی تو ہو ﷺ
لاکھوں میں ہم کہیں گے ہمارے تمہی تو ہو ﷺ

سرکار ﷺ! ہونگے سارے ہی محشر میں منتظر
کل امتوں کے ایک سہارے تمہی تو ہو ﷺ

صلوٰۃ آپ ﷺ پر ہو درود و سلام ہو
مظہر خدا کے اور مُشارے تمہی تو ہو ﷺ

آدم صفیؑ سے لے کے عیسیٰ مسیحؑ تک
تبلیغِ انبیاءؑ کے اشارے تمہی تو ہو ﷺ

دیکھا ہے جبرئیل نے ستّر ہزار بار
قندیل عرش کے وہ ستارے تمہی تو ہو ﷺ

قربان والدین مری جان بھی نثار
دونوں جہان سے مجھے پیارے تمہی تو ہو ﷺ

توصیف کیا بیاں کرے عاصیؔ زبان سے
قرآن پاک کے سبھی پارے تمہی تو ہو ﷺ

ہو بیاں کیسے وصف و مقام آپ ﷺ کا
جھک کے کعبہ کرے احترام آپ ﷺ کا
دیکھ کر اک جھلک ہر کسی نے کہا
''آپ آقا مرے میں غلام آپ ﷺ کا''
روز و شب خوب روشن مجلّیٰ کرے
مومنوں کے دلوں میں قیام آپ ﷺ کا
آیتوں سورتوں میں سپاروں میں ہے
ذکرِ ہم آپ کا انضمام آپ ﷺ کا
جانتا ہی نہیں کوئی رب کے سوا
مرتبہ کیا ہے خیر الانام آپ ﷺ کا

حشر میں آپ ﷺ کے سوا کوئی
مدعا ہے نہ آسرا کوئی

ہے نہ ثانِ آمنہ کوئی
کیسے آئے گا آپ ﷺ سا کوئی

ساتھ عشقِ رسولِ اعظم ﷺ کے
قبر میں رکھ دے سعدیہ کوئی

پیٹ پر باندھنے کا بتلاؤ
اور پتھر کا واقعہ کوئی

بابِ محبوبِ کبریا ﷺ جا کر
لوٹ آیا تو رہ گیا کوئی

خلق مقصودِ کائنات نہیں
ذات سرکار ﷺ کے سوا کوئی

نعت لکھنی ہے آج عاصیؔ کو
سج سنور آئے قافیہ کوئی

راج دنیا میں جس کا چلتا ہے
در سے آقا ﷺ کے وہ بھی پلتا ہے
نور کی بھیک پا کے طیبہ سے
رات کو چاند پھر نکلتا ہے
وہ مقامِ رسولِ اکرم ﷺ ہے
حق شریعت جہاں بدلتا ہے
خاک مَل کر جبیں پہ طیبہ کی
وقت کا سورما نکلتا ہے
گرنے والا جہانِ فانی میں
لے کے نامِ نبی ﷺ سنبھلتا ہے
بلبلِ باغِ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ
نعت پڑھ پڑھ کے جو مچلتا ہے
پھول ایمان کا مرے عاصیؔ
سُن درود و سلام پھَلتا ہے

مجھے جو آلِ پیمبرؐ سے پیار ہونے لگا
نفس نفس میں مرا اختیار ہونے لگا

جنابِ حُر کے مقدر کا واقعہ سن کر
"وفا پہ مجھ کو بھی اب اعتبار ہونے لگا"

مقامِ کرب و بلا کی سنی جو عظمت تو
جواں ہو بوڑھا کہ بچہ نثار ہونے لگا

میں نام لیتا تھا اوروں کا لوگ تھے میرے
جو پنجتنؑ کا لیا افتخار ہونے لگا

ملا ہے شرف یہ عاصیؔ اسیرِ عترت سے
گنہگارِ جہاں آشکار ہونے لگا

آگیا ہے قافلہ رمضان کا
واقعہ سن لوں ذرا رمضان کا

منتظر جس کے تھے،ہم سب روز و شب
"لو مہینہ آگیا رمضان کا"

بے قراری بڑھ گئی ہے اور بھی
سن کے عظمت، برملا رمضان کا

اجتہادی خوف سے دل چاک ہے
بجھ نہ جائے گُل دیا رمضان کا

فضل رب سے مختصر امید پر
پھر ہوا ہے حق عطا رمضان کا

ہو مبارک مرحبا صد مومنوں
"لو مہینہ آگیا رمضان کا"

شکر کر رب کا ادا ہر سانس پر
ماہ عاصیؔ مل گیا رمضان کا

رحمتوں بخشش کے ساماں ماہ رمضاں الوداع
"الوداع اے ماہ قرآں ماہ رمضاں الوداع"

دارِ شر سے کی حفاظت ہر گھڑی ہر پل مری
دین حق کی راہِ آساں ماہ رمضاں الوداع

آنکھیں پرنم کہے رہے ہیں تھرتھراتے لب مرے
صبر اور تقویٰ کے داماں ماہ رمضاں الوداع

لذّتِ افطار سحری اور تراویح کے مزے
ساتھ لے جاتا ہے مہماں ماہ رمضاں الوداع

ہو رہا ہے مومنوں اب آو مل کر سب کہیں
کر کے ہم پر خوب احساں ماہ رمضاں الوداع

غمزدہ ہر ایک چہرہ وقتِ رخصت ہو گیا ہے
پھر بھی کہتا ہے مسلماں ماہ رمضاں الوداع

سرد کر کے نارِ دوزخ کھول کر ہم پر چلا
خلد کا عاصیؔ خیاباں ماہ رمضاں الوداع

لگاؤ انسیت عجب ہے خانقاہ سے پیر سے
یہ میری آن بان سب ہے خانقاہ سے پیر سے

مری سمجھ میں آ گیا کہ ذرہ آفتاب ہے
جو پا رہے ہیں سب ادب ہے خانقاہ سے پیر سے

بے خوف سو رہا تھا جو جگا دیا ضمیر کو
مرے مہک رہے یہ لب ہے خانقاہ سے پیر سے

حیات بخش دی مرے ضعیف ہر خیال کو
نجات کا بنا سبب ہے خانقاہ سے پیر سے

دماغ کی ترنگ میں کمال کا عروج ہے
یہ دھڑکنوں میں شہ عرب ہے خانقاہ سے پیر سے

بھٹک رہا تھا در بدر میں تیرگی کے خوف میں
یہ روشنی ملی عجب ہے خانقاہ سے پیر سے

ہر ایک آیتوں سے رب سے ہم کلام ہو گئے
ہمیں سدا ملا کسب ہے خانقاہ سے پیر سے

عزیز احترام یہ ادب کا جو مقام ہے
طفیل رب ملا اَلَب ہے خانقاہ سے پیر سے

اساتذہ کے ذوق سے عطا ہوا ہے علم فن
زمین پا تلے حَدَب ہے خانقاہ سے پیر سے

میں ذی وقار ہو گیا ہوں اپنی خاندان میں
یہ مرتبہ مرا حَسَب ہے خانقاہ سے پیر سے

یہ منتظمؔ تھا دور تک عروج سے سوا مگر
ملا جو معتبر لقب ہے خانقاہ سے پیر سے

صوف صوفی صاف مظہریت شہِ منصورؒ کی
ہے نظر تو دیکھ لے جلوت شہِ منصورؒ کی

حق، سلوک، احسان، تقویٰ، فضل، شفقت، جود و فیض
اِن صفاتوں سے ہے یکتائیت شہِ منصورؒ کی

دل مرا مفتی ہے فتویٰ دے رہا ہے بار بار
باریابِ خلد ہے نسبت شہِ منصورؒ کی

عرش والے فرش والے غیب والے اور عیاں
دیکھ کر حیران ہیں قدرت شہِ منصورؒ کی

جن کے دل میں جل رہا ہے عشق حرمت کا چراغ
ان سے جا کر پوچھئے عظمت شہِ منصورؒ کی

گُن بصیرت اور بشارت کا عطا پل میں ہوا
عین و سر نے چوما جب تربت شہِ منصورؒ کی

نفس امّارہ سے تیرا دل اگر حرمان ہے
زور سے دل پر لگا ضربت شہِ منصورؒ کی

مصطفیٰ ﷺ مولا علیؑ خیر النساؑ حسنینؑ سے
کس قدر مشہور ہے الفت شہِ منصورؒ کی

وقت کے سلطان بھی چوکھٹ پہ اسکی جھک گئے
جس نے کی ہے ایک پل خدمت شہِ منصورؒ کی

خود کہا تھا مرتبہ دولت بتا کیا چاہئے
اب سمجھ میں آئی ہے حدت شہِ منصورؒ کی

مُنکِر ان اہلِ حق سے پوچھتے ہو کیوں بھلا
''اہلِ حق سے پوچھئے عظمت شہِ منصورؒ کی''

رقص کرنے لگ گئے واعظ بھی میرے ساتھ ساتھ
دیکھتے ہی اک جھلک صورت شہِ منصورؒ کی

جن کی اک مسکان سے روشن ہوئے تاریک دل
کیا بگاڑے گی بھلا ظلمت شہِ منصورؒ کی

منتظم عاصیؔ تجھے کیا رازِ عرفاں ہے پتا
خِلعَتِ خواجہ ہے سب خِلعَتِ شہِ منصورؒ کی

پڑھو دل کھول کے اشعار شمس الدینؒ آئے ہیں
''تصور میں ابھی سرکار شمس الدینؒ آئے ہیں''
مناؤ سب کے سب تہوار شمس الدینؒ آئے ہیں
اکیلے ہی نہیں گھر بار شمس الدینؒ آئے ہیں
خودی کو بیچنے آؤ سبھی اب چھوڑ کر سامان
خریدی کیلئے بازار شمس الدینؒ آئے ہیں
چلو ہم بھی سنور آئیں سہانا خوب موسم ہے
بہاروں نے کیا سنگھار شمس الدینؒ آئے ہیں
ابھی ان پر نصیحت کا اثر کچھ بھی نہیں ہوگا
تصور میں ابھی سرکار شمس الدینؒ آئے ہیں
بتاؤ راز کھلنے کا جو پوچھا پھول کلیوں سے
کیا گلشن نے یہ اظہار شمس الدینؒ آئے ہیں
کیا اعلان گلیوں میں محلوں میں دوانوں نے
شفا پائیں گے اب بیمار شمس الدینؒ آئے ہیں

کیا محسوس دوانوں نے نظر والوں نے دیکھا ہے
جسے کرنا کرے انکار شمس الدینؒ آئے ہیں

مرے احباب خوش میں خوش مجھے کیا فرق پڑتا ہے
جلیں گر تو جلیں اغیار شمس الدینؒ آئے ہیں

مرے اپنوں کہاں پر ہو ذرا جلدی سے لے آؤ
مہکتے پھولوں کے تم ہار شمس الدینؒ آئے ہیں

یہاں بیٹھے ہیں جتنے سب کے چہروں سے یہ ظاہر ہے
گرے گی بغض کی دیوار شمس الدینؒ آئے ہیں

ہوائیں رقص کرتی ہیں چمن میں گیت گاتے ہیں
یہ پودے پھول کلی اشجار شمس الدینؒ آئے ہیں

جو کچھ بھی ہے جھولی میں وہ گھر اپنے الٹ آؤ
بھریں گے جھولیاں داتار شمس الدینؒ آئے ہیں

ابھی تک خوب من مانی کی ہم پر اب! رجیموں کے
رکو گے کیا سپہ سالار شمس الدینؒ آئے ہیں

ضرورت ہی نہیں کس کو خبر دینے کی خود عاصیؔ
معطّر ہو گیا دربار شمس الدینؒ آئے ہیں

خوب تر سب جان کر فرمان شمس الدینؒ کا
ہے مریدوں پر کھلا جزدان شمس الدینؒ کا

اپنا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہا ہے خود جسے
ماہ ولادت خوب ہے شعبان شمس الدینؒ کا

سن کے اپنی شان و شوکت کے فسانے کو بکو
خود گدا بھی آج ہے حیران شمس الدینؒ کا

چھیڑ کر روضے پہ ان کے دیکھنا ذکرِ علیؓ
خود پتا چل جائے گا ایمان شمس الدینؒ کا

چاند، تارے، کہکشاں حیران ہیں زیر و زبر
دیکھ کر عاصیؔ پہ سب فیضان شمس الدینؒ کا

کر رہے ہیں شباب کی باتیں
شیخ و، واعظ شراب کی باتیں

سارے احباب ہو گئے ساکت
سن مری آب و تاب کی باتیں

چرخ مہتاب کہکشاں انجم
"گیت خوشبو شباب کی باتیں"

لامِ ساغر بہ دست آؤ کریں
جامِ جم سم حَباب کی باتیں

زخم تازہ کنان کر رہا تھا
سوختہ تن عجاب کی باتیں

روزِ محشر جو دید چاہتے ہیں
کر رہے ہیں حجاب کی باتیں

سیدھا ملنا ہے جن کو اللہ سے
کر رہے ہیں کتاب کی باتیں

اتنی آسانی سے نہیں آتی
عقل میں بوتراب باتیں

ذکر تیرا تو اک عبادت ہے
ہو رہی ہے ثواب کی باتیں

ماہِ رمضاں میں لوگ کرتے ہیں
کیوں ثواب و عذاب کی باتیں

حکم اسکا ہے بس دعا کرنا
کیوں کریں مستجاب کی باتیں

کربلا ضبط ہی سکھاتی ہے
کیوں کریں اضطراب کی باتیں

میں نے دربارِ شام یاد کیا
جب چلی ہیں خطاب کی باتیں

یادِ حُر دیر تک رہی قائم
جب چلی انتخاب کی باتیں

روک لیتی ہے عزادار محبت میری
"لب پہ رہ جاتی ہے آ آکے شکایت میری"
وقت آئے گا تو لوٹاؤ گے کیسے دل کو
راہ پر ٹوٹ کے بکھری ہے امانت میری
کیوں پھر و ڈھونڈتے میں دیر وحرم میں! جبکہ
ماں کے قدموں کے تلے رکھی ہے جنت میری
سر پہ سایہ کئے رہتا ہے جو آنچل ماں کا
ہو گئے دنگ سبھی دیکھ حکومت میری
راس آتا نہیں شاید یہ سہانا موسم
چین دیتی ہے اسے صرف عیادت میری
خواب میں آکے یہی کی ہے شکایت اسنے
بڑھ رہی ہے جو شب و روز حماقت میری
منتظم عاصیؔ یہ سرسبز ہے شاداب بہت
اب چمن میں تو نہیں کوئی ضرورت میری

ہٹے نگاہ سے تیرا عذار مشکل ہے
" ملے گا دل کو کسی پل قرار مشکل ہے"
تمام عمر گزاروں گا انتظار میں مَیں
مجھے پتا ہے ترا انتظار مشکل ہے
کبھی کبھی کی اگر بات ہو تو بات بنے
اٹھاؤں ناز ترے بار بار مشکل ہے
خبر یہ کس نے ہے پھیلائی چار سو بولو
کریں گے میرا بھی اب وہ شمار مشکل ہے
ہے کار ساز مگر ربط ہو نہیں سکتا
بقولِ یار مرا مُستَشار مشکل ہے
چڑھا ہے روح پہ مژگان کا! اتر جائے
تمام عمر ترا شوخی خمار مشکل ہے
شگفتہ دل نئے سورج کی میں کروں عاصیؔ
تلاش چھوڑ کے تیرا دیار مشکل ہے

جوں درد اُبھرے کمالات سامنے آئے
"دبے ہوئے تھے خیالات سامنے آئے"
تلاش کرتے ہیں چھپ چھپ کے جو صفات مری
اگر ہے کرنی ملاقات سامنے آئے
ملا رہے ہیں پس پشت تیر گی سے جو ہاتھ
ہمارے اپنے مُنافات سامنے آئے
وہ لوگ جو مرے حالات سے ناواقف ہیں
اٹھا رہے ہیں افادات سامنے آئے
ترے دِوانے تری بزمِ ناز میں جاناں
بدل بدل کے قِیاسات سامنے آئے
غزل پڑھی جو تمہاری کسی نے محفل میں
مرے ہی اپنے سوالات سامنے آئے
نکل کے دیکھا جو کوچے سے ہر طرف عاصیؔ
نئے نرالے رواجات سامنے آئے

تم، ہم پہ کب لکھو گے ترانہ جواب دو
سن لو، نہیں چلے گا بہانہ جواب دو

عاجز میں آ گیا ہوں یہ شوقِ ستم سے اب
کب تک بناؤ گے یوں نشانہ جواب دو

کب تک کے آستین سے پونچھے گا یہ لہو
کب تک کے زخم نوچے دِوانہ جواب دو

لیلہ نے ہیر نے لکھا شیریں نے ہے لکھا
"تم کب لکھو گے ایسا فسانہ جواب دو"

کچھ مار دو حیات پہ چھینٹا وفا کا اب
کب تک پھرے گا ایسے مغانہ جواب دو

بیگانہ بولتا ہے زمانہ مجھے صنم
کیا ہوں نہیں تمہارا یگانہ جواب دو

یہ مانتا ہوں عاصیؔ طبیعت خراب ہے
حسّاس خود سے خود کو سرانہ جواب دو

دینے والے تو بس دوا دیں گے
اللہ شافی ہمیں شفا دیں گے

ہم تو ٹھہرے فقیر کیا دیں گے
روٹیوں کے بدل دعا دیں گے

”میرے اپنے مجھے دعا دیں گے“
اس سے بڑھ کر وہ اور کیا دیں گے

پَر کبوتر کا نوچ کر ہم سے
کہہ رہے ہیں کہ کَل اُڑا دیں گے

چاہے جتنا بھی میں ستا لوں پر
”میرے اپنے مجھے دعا دیں گے“

سب وفادار ہیں، سمجھتا تھا
کیا پتا تھا کہ سب دغا دیں گے

غم سے واقف نہیں ہیں شاید وہ
جو یہ کہتے ہیں حوصلہ دیں گے

حرص لالچ نفس نفس میں ہے
لینے والے یہ مجھکو کیا دیں گے
خود غلط فہمی کا شکار تھا کہ
"میرے اپنے مجھے دعا دیں گے"
جانتا ہوں وہ اپنے ہاتھوں پر
نام لکھ کر مرا مٹا دیں گے
ان کے ہاتھوں میں آئنہ دے کر
ان کا کردار ہم دکھا دیں گے
یہ جو دشمن ہیں روشنی کے وہ
راہ کے سب دئے بجھا دیں گے
رقص کرتے ہیں! نامِ مرشد پر
ہم قلندر جہاں لٹا دیں گے
راہ میں جو پہاڑ ہیں تیری
کاٹ کر راستہ بنا دیں گے
بیج نفرت کے بوئے ہیں ہم نے
نسل نو کو جواب کیا دیں گے

حال ایسا ہے آج بھارت کا
سچ کہا تو تجھے سزا دیں گے

پھول پتے یہ خار یہ کلیاں
پل کی زینت کے کچھ سوا دیں گے

وہ سمجھتے تھے ہم مرید نہیں
راز ہر ایک کو بتا دیں گے

حوصلہ ،عزم ،ہے جواں اب تک
چیر کر سینہ ہم دکھا دیں گے

ذوق باقی نہیں شہادت کا
اور کہتے ہیں جاں لٹا دیں گے

ہم نے مسلک کے نام پر خود کو
بانٹ رکھا ہے کیا مِلا دیں گے

یہ تو فطرت ہے قومِ مسلم کی
غیر ،ہم کو نہ آسرا دیں گے

جانتا تھا لگے گی آگ اگر
گھر کی دیوار و در ہوا دیں گے

یار انصاف کا یوں بھارت میں
کیا پتا تھا گلا دبا دیں گے
آئین ہند پر جو آنچ آئے
خون پانی سا ہم بہا دیں گے
گر ضرورت پڑے گی گلشن کو
خون اپنا اسے پلا دیں گے
ایک دن امن کا ہی تحفہ
زعفرانی سفید ہرا دیں گے
کر رہے ہیں فساد جو برپا
کل مدد کے لئے صدا دیں گے
تین سو تیرا جمع پھر ہو کر
بدر کا جلوہ ہم دکھا دیں گے
انگلی دانتوں تلے دبا لو گے
گر بہتر کا دم سنا دیں گے
مثل انگریز دیس کے دشمن
ایک دن ہم تجھے بھگا دیں گے

ہم ہی بھارت کے دشمنوں سن لو
ایک دن بغض کو مٹا دیں گے

رام کے نام پر ستم نہ کرو
سچ ہے کیا ہم تمہیں بتا دیں گے

سن کے میری غزل کو محفل میں
جانتا تھا وہ مسکرا دیں گے

آگ نفرت کی جو لگائے انہیں
پاٹھ الفت کا ہم پڑھا دیں گے

اتنا فن ہم ضرور رکھتے ہیں
رونے والوں کو ہم ہنسا دیں گے

اپنے زخموں میں ہم نمک بھر کر
رِستے خوں کو نہ راستہ دیں گے

جو ہیں احساسِ کمتری کے شکار
ایسے کم ظرف فیصلہ دیں گے

کیا سمجھتا ہے منتظم عاصیؔ
تیرے الفاظ انہیں جگا دیں گے

آج کل بھونرے کیوں نہیں آتے
آج کل آپ کیا نہیں سجتے
جو سنا ہے وہ سچ نہیں نا! کہ
آج کل آپ کچھ نہیں کہتے
ربط اور رابطہ سمجھ کر بھی
آج کل رابطہ نہیں کرتے
آج کل ہر کسی کا ہے یہ سوال
"آج کل وقت کیوں نہیں دیتے"
جانے کیوں آپ ہم دوانوں سے
آج کل واسطہ نہیں رکھتے
بات کیا ہے بتاؤ بھی! میرا
آج کل نام تک نہیں لیتے
اب تو دیدار بھی نہیں ہوتا
آج کل آپ کیوں نہیں دِکھتے

صبح سے اتنا ہم کلام ہوئی
"لوٹ چلتے ہیں اب کہ شام ہوئی"

داد و تحسین تیرے نام ہوئی
ختم محفل با احترام ہوئی

لکھ رہی ہے تری اداؤں پہ بس
یہ قلم لگتا ہے غلام ہوئی

ایک مدت سے دل دماغ میں تُو
مستقل یاد و، غم مقام ہوئی

دن کا چین و سکون غارت ہے
رات کی نیندیں بھی حرام ہوئی

بزمِ حسن و ادا سجی جب جب
نام سے تیرے اختتام ہوئی

در سے عاصیؔ ترے نکل کے کہا
خواہشیں میری انہدام ہوئی

انتظار، خوں، فرقت، اشک، زخم، پتھر ہیں
"پیار کی کتابوں میں نفرتوں کے منظر ہیں"
عشق نے دیا آخر صبر ضبط کا بدلہ
بختِ خفتہ قبروں پر آج سنگِ مرمر ہیں
صبحِ وصل سے لے کر عصرِ وصل تک میری
آؤ دیکھو آنکھوں میں اشک کے سمندر ہیں
کل تلک جو ویراں تھے قلب اہلِ فرقت کے
بے وفا کے ظلموں سے آج وہ منور ہیں
جب سے آئی ہو میری زندگی، مقدر میں
ایسا لگتا ہے جیسے شمس چاند اختر ہیں
چومتی ہے بارش کی بوندیں ان کے ہونٹوں کو
زلف گال پر جیسے خوب سارے اختر ہیں
آج بابِ جاناں پر عاشقوں کا مجمع
اس لئے تو اے عاصیؔ بدلے بدلے تیور ہیں

تیری دہلیز سے فہمید میسر ہوگی
مجھ کو معلوم ہے امید میسر ہوگی

آج زندہ ہوں تو دیدار نہیں ہوتا تو
بعد مرنے کے تری دید میسر ہوگی؟

خوبصورت ہے مگر اور نکھار آئے گا
میرے ہاتھوں سے جو تخلید میسر ہوگی

جب کبھی بزم میں ہنگامہ شکوہ ہوگا
جانتا تھا تری تائید میسر ہوگی

قبل از ذکر، کہ ہونٹوں سے صنم تیرے بھی
کیا خبر تھی کہ یوں تمہید میسر ہوگی

ایسا لگتا ہے کہ اب راستہ کچھ اور نہیں
تیری تقلید سے تسدید میسر ہوگی

اب بھلا کس سے شکایت میں کروں گا عاصیؔ
اب بھلا کیوں کوئی ترمید میسر ہوگی

جان دینے کو ہیں تیار زیارت کے لئے
منتظر لوگ ہیں اک اور قیامت کے لئے

قوم و ملت کا ستون ،اور ہے دیوار یہی
پاک شجرے کی ضرورت ہے امامت کے لئے

تم کو معلوم نہیں ہے ضروری ہے .بہت
آبلے پا میں محبت کی حلاوت کے لئے

کٹ گئے سر کئی کٹنے کو ہیں تیار .بہت
''اپنی تہذیب و تمدن کی حفاظت کے لئے''

بہے گئی آنکھ زباں گر گئی کٹ کر لیکن
ذوقِ دیدار لئے بیٹھے فصاحت کے لئے

اقربا آئے تھے احباب بھی آئی تھی قضا
اک فقط آپ نہیں آئے عیادت کے لئے

جاؤ جب !عاصیؔ ضروری ہے .بہت رب کے حضور
صاف نیت، دل و تن صاف، عبادت کے لئے

مجمع لگا ہے نظرِ عنایت کے واسطے
سب دے رہے ہیں جان سماعت کے واسطے

جانے وہ کون لوگ تھے عزت کے واسطے
ہم کو ہی دے رہے تھے محبت کے واسطے

یوں تو مکانِ دل کے خریدار تھے بہت
"ہم تیرے شہر آئے تجارت کے واسطے"

معمارِ عشق کی مجھے اب تک تلاش ہے
دکھ درد غم الم کی شکایت کے واسطے

اچھا ہے مجھ کو ہی مرا قاتل سمجھتے ہیں
یہ کام خوب تر ہے نصیحت کے واسطے

مشتاق ہوں میں یار تری دید کا بہت
دکھلا دے اک جھلک مجھے نسبت کے واسطے

شہرِ انا کا عاصیؔ یہ دستور ہے عجب
عظمت کو بیچ دیتے ہیں عظمت کے واسطے

کہنا ہے کچھ کہوں میں اجازت ہے آپ کی
جی شکریہ! حسین یہ صورت ہے آپ کی

یہ اور بات ہے کہ میں کچھ بولتا نہیں
لیکن لبوں پہ میرے شکایت ہے آپکی

آئے گئے یہ شمس و، قمر، ہفت، ماہ و، سال
"اب تک مری نگاہ میں صورت ہے آپ کی"

یوں روز میرے خواب میں آ کر چرانا نیند
میں جانتا ہوں جان شرارت ہے آپ کی

پرواہ اب کہاں کسی انجام کی رہی
جب جان روح دل پہ حکومت ہے آپ کی

لم زلف مست آنکھوں سے شوخی اداؤں سے
غنچے کلی یہ گل پہ عنایت ہے آپ کی

مدت سے آ رہی ہے مجھے یاد مستقل
عاصیؔ اسیرِ غم ہے ضرورت ہے آپ کی

دروازہ کھلا اک بھی نہیں بختِ حزیں پر
"دروازے کھلے سینکڑوں اس ماہ جبیں پر"
چھپ چھپ کے انہیں چاند بھی تو دیکھ رہا تھا
آئے تھے اتر کر کے ستارے بھی زمیں پر
بتلا دو یہ جا کر کے جہاں چھوڑ گئے تھے
اب تک کہ کھڑا ہے وہ طلب گار وہیں پر
فطرت میں شرارت ہے خیانت ہے دغا ہے
کیسے میں بھروسہ کروں کوچہ نشیں پر
کی بعد میں اس کی مَیں نے جی بھر کے زیارت
پہلے تو نظر میری پڑی نقشِ نگیں پر
غیروں سے کوئی شکوہ شکایات نہیں ہے
اپنے ہی سدا ہم کو ملے زیرِ کمیں پر
باقی رہے الفت کی حلاوت سدا! عاصیؔ
جلنے کے لئے رکھ دیا دل سوزِ یقیں پر

ملی جوانی جو پھر سے مری جوانی کو
"ملا اک اور نیا سلسلہ کہانی کو"

یہ مشغلہ نہیں الفت ہے پیار ہے لوگو
رکھے سنبھال کے میری سبھی نشانی کو

اوڑھا کے رکھا ہوں غزلوں کو میں ردائے انا
عروج بخشے خدا اب نئی پرانی کو

تمہاری بزم میں دستور بن گیا ہے مرا
لبوں پہ رکھنا سجا کے مئے مغانی کو

میں انتظار نہ اور کر سکا معاف کرو
میں جا رہا ہوں صنم چھوڑ دارِ فانی کو

اسے بھلانے کی کوشش میں کر رہا ہوں مگر
بھلا نہ پاؤں گا ہرگز کبھی دِوانی کو

ترا خیال تری فکر منتظمِ عاصیؔ
نئے نرالے بھرے رنگ شعر خوانی کو

راہ بھٹکوں کو یوں ہم راہ دکھا دیتے ہیں
ہم سرِ شام چراغوں کو جلا دیتے ہیں
ہم کو معلوم نہیں یار کہ نفرت کیا ہے
"ہم محبت سے محبت کا صلہ دیتے ہیں"
ہم کو آتا ہی نہیں شعر و سخن علمِ عروض
جو بھی آتا ہے وہ محفل میں سنا دیتے ہیں
ہم گنہگار ہیں بدکار سیہ کار صنم
پھر بھی وعدے جو کئے ہوں وہ نبھا دیتے ہیں
اپنے حالات کو اپنی ہی نظر میں رکھ کر
ہم مریضوں کو دعا اور دوا دیتے ہیں
ہم تو غیروں کو بھی سینے سے لگاتے ہیں صنم
لوگ کیسے ہیں جو اپنوں کو دغا دیتے ہیں
منتظمؔ عاصیؔ تری فطرتِ مجنون کو ہم
جب بھی موقع ملے محفل میں بتا دیتے ہیں

تلاشِ یار میں پھرنے سے آبلہ ہوگا
تبھی تو قرضِ محبت سبھی ادا ہوگا

حیات بخشی وصالِ صنم نے مجھ کو! مگر
سمجھ رہے تھے سبھی لوگ مر گیا ہوگا

مجھے پتا ہے مرا یار کہیں میری طرح
"بچھڑ کے مجھ سے اکیلے میں رو رہا ہوگا"

حدودِ عشق کے آگے نکل کے دیکھیں ہم
وہاں پہ درد کا شاید الگ مزہ ہوگا

وہ چاہ کر بھی نہیں لوٹ کے آئیں گے
اُنہیں پتا ہے دِوانہ ابھی رکا ہوگا

تمام عمر گزاروں گا انتظار میں مَیں
مرے جنوں کو مرا یار جانتا ہوگا

دیارِ صبح پہ دم توڑ کے چراغ! مگر
وہ شام ہوتے ہی پھر شوق سے جلا ہوگا

نہ مے کشی کے لئے اور نہ خُسروی کے لئے
"میں تجھ سے دور ہوا ہوں تری خوشی کے لئے"

مرا ضمیر یہ کہتا ہے بار بار مجھے
اٹھا کے جھولا نکل جائیں رہبری کے لئے

انہیں بتاؤ کہ رہتا نہیں سدا قائم
بنا رہے ہیں جو قانون سرکشی کے لئے

گراں گزرتا ہے یاروں فراق کا موسم
عذاب سے بھی زیادہ کسی کسی کے لئے

یقین ہے کہ وہ ہوگا خود ایک دن تنہا
جو سارے رشتوں کو ٹھکرائے خودسَری کے لئے

مُجازِ عشق ہے حاصل تمہیں پتا ہے مجھے
مگر یہ کافی نہیں دردِ عاشقی کے لئے

غرور اور انا کے شکار ہیں عاصیؔ
معاف کرنا کٹھن ہے یہاں سبھی کے لئے

نوکِ مژگاں کی حرکت دیکھ دیکھ ہارے ہیں
کون یہ سمجھتا ہے چھل کے سب اشارے ہیں

ابرِ غم برسنے کو آج پھر سے ہے تیار
آنکھ میں دِوانوں کی کرب کے نظارے ہیں

اپنے ہاتھوں پیمانہ ہم اٹھا نہیں سکتے
''ساقیا پلا ہم کو تشنگی کے مارے ہیں''

ربط اتنا کافی ہے عذرِ ہجر کی خاطر
ہم نہ ہو سکے لیکن آپ تو ہمارے ہیں

ہر زباں پہ نغمہ ہے ہر جگہ یہ چرچا ہے
ایک دوسرے کو ہم جان و دل سے پیارے ہیں

تہنیت کے پردے میں تعزیت کا شیرازہ
سوز و آرزو دونوں اک ندی کے دھارے ہیں

سوچتا ہوں اب عاصی کیا کہوں لکھوں کیا میں
ہیں ردیف آساں پر قافیے تمہارے ہیں

جس کی فطرت بڑی جلالی ہے
دیکھنے میں وہ خوب اچھی ہے

اب تلک رو رہی ہو تم! اچھا
اشک آنکھوں میں جو ہے اصلی ہے

روز و شب ہفتے ماہ و سال صدی
آپ کے ساتھ جیسے پل کی ہے

مانتا ہوں کہ دور وہ گئی! پر
پاس میرے تو وہ ابھی بھی ہے

آپ کو کیا پتا شبِ فرقت
بخت نے پھر پناہ دے دی ہے

نہیں آنے کے آخری خط نے
عشق کی آبرو بچا لی ہے

منتظمؔ عاصیؔ سب سمجھ لیں گے
لے قلم لکھ ذرا سی باقی ہے

تیری کشفِ نظر سوالی ہے
دل نے محسوس کیا کہ جاری ہے
جان چلمن بنی ہوئی تھی جو
میں نے دیوار وہ گرا دی ہے
کر دئے گل چراغ سارے ہی
سن کے مژدہ کہ جان آتی ہے
عالمِ ہجر میں دوانوں نے
ایک عمرِ دراز دیکھی ہے
تو بھی لگ جا قطار میں ساقی
آج رندوں کے ید صراحی ہے
قیمتی جان آپ کی ہے اور
جان اہلِ جنوں کی سستی ہے
چھوڑ کر سب ابھی نکل عاصیؔ
اس نے آواز پھر لگا دی ہے

چشمِ اہلِ خرد نے دیکھی ہے
وہ مرے آس پاس رہتی ہے
پوچھتے کیا ہو آؤ بس آؤ
دل کا یہ مکان خالی ہے
بات کچھ بھی نہیں مگر پھر بھی
جانے کیوں بار بار کہتی ہے
کیا بتاؤں، کہ کیسا لگتا ہے
مجھ سے یاد تیری جب الجھتی ہے
آ بھی جاؤ کہ سوچتے کیا ہو
فاصلہ اب تو بس ذرا سی ہے
کیا کہا، بولئے، غریب ہو میں
بیچ ہم دونوں کے امیری ہے
کچھ الگ ہی خیال لا عاصیؔ
بحر ہے نا! بہت ہی چھوٹی ہے

ہو کے دل تیرا دل ترا نہ ہوا
جو ہوا سو ہوا بُرا نہ ہوا

اور کچھ دیر تو کرید صنم
"زخم، میرا ابھی ہرا نہ ہوا"

کیا بتاؤں کہ حال کیا ہے، کوئی
دردِ فرقت کے آسرا نہ ہوا

وصل کے درد غم وہ آہ و بکا
بزمِ محبوب کا ترانہ ہوا

اک نیا زخم کر دو اور عطا
جو دیا تھا صنم پُرانہ ہوا

کون کہتا ہے کس نے دی ہے خبر
تیرے جانے کا غم ذرا نہ ہوا

زخم خود عاصیؔ کہہ رہا ہے یہی
سب ہوا تیرا کچھ مرا نہ ہوا

موجود ابھی تک ہیں وہ چاند ستاروں میں
"پیغام دیا ہم نے ان کو جو اشاروں میں"

مخمورِ محبت میں مجذوب نگاہوں سے
کرتا ہوں تلاش اس کو ہر شام نظاروں میں

یادوں نے تری مجھ پر ڈھایا ہے ستم ایسا
پت جھڑ کی حزیں رت میں، تڑپائے بہاروں میں

مسکن ہے کہاں تیرا موجود کہاں ہے تو
ڈھونڈوں میں کہاں تجھکو؟ دریا میں دِیاروں میں

ہر شام نکلتا ہوں لے کر میں دِیا گھر سے
ہر صبح میں جلتا ہوں فرقت کے شراروں میں

ظلمت کے بیاباں میں چلتے ہیں خیاباں پر
تلمیذِ وفا بن کر مجنون قُصاروں میں

زخموں کے تسلسُل سے غزلوں کے تغزل تک
بے معنی ہے سب عاصیؔ الفاظ نگاروں میں

محفلِ عشق میں دردوں کو چھپا لے تو بھی
''چھپ کے تنہائی میں کچھ اشک بہالے تو بھی''

غیر تو غیر تھے افسوس مگر یار مرے
دے رہا ہے مجھے اوروں کے حوالے تو بھی

وقت کے ساتھ طبیعت ہی بدل لے اپنی
بھر دے اشعار میں افکار نرالے تو بھی

چھوڑ کر ہجر کی دیوڑی کو کبھی آتا نہیں
دیکھ لیتا جو اگر غم کے اجالے تو بھی

جیسے ماں باپ کھلاتے تھے تجھے رزقِ حلال
اپنے بچوں کو کھلا حق کے نوالے تو بھی

مجھکو قسمت نے رلایا ہے بہت شام وسحر
ہم نوا میرے اگر دل ہو رلا لے تو بھی

گر محبت ہے تجھے اپنی زباں سے عاصیؔ
لے لے بازار سے اردو کے رسالے تو بھی

دیکھنا ایک دن ظفر ہوں گے
میرے اشعار معتبر ہوں گے

جیت جاؤں گا ہار کر بھی سنو
"آپ جب میرے ہم سفر ہوں گے"

پاس بیٹھو تخیلات مرے
سب طبیعت پہ پُر اثر ہونگے

پھر سے ملنے کے دیکھ لینا تم
زخم میرے سبھی ثمر ہوں گے

یاں واں کاں کاں تلاش کرتا پھروں
سب دِوانے اِدھر اُدھر ہوں گے

پاس کچھ درد کا مرے ظاہر
رخ پہ تیرے نہ ہوں، مگر ہوں گے

جانتے ہیں کہ تیغ پر عاصیؔ
جان تھوڑی وہاں پہ ،سر، ہوں گے

محسوس ہو رہا ہے کہ داں اب نہیں رہا
شہرِ اماں میں کچاملکاں اب نہیں رہا

فرمودِ دل اساسِ گُماں اب نہیں رہا
”وہ حُسنِ بے مثال جواں اب نہیں رہا“

صیاد باعثِ سکوں مفرورِ رزق ہے
کج فہم بولتے ہیں زیاں اب نہیں رہا

قلبِ حزیں پہ داغ ہے یادوں کا اسقدر
شاداب ربط، تاب وتواں اب نہیں رہا

آفاقِ بانکپن کا ترانہ زبان پر
ملحوظ رکھ سکے جو سماں اب نہیں رہا

مسنون عام فہم خیالات از! عنود
مشمولِ ہجر بارِ گراں اب نہیں رہا

عاصیؔ زہے نصیب کہ اشراقِ غم سے کچھ
خوش اعتقاد کا وہ ہَماں اب نہیں رہا

رخ یہ موسم کا بدلنا تری انگڑائی ہے
"اور تشہیر سے اندیشۂ رسوائی ہے"

ہم سے اک پل کے لئے دور ہو احتمال نہیں
آپ کی یادوں سے مربوط شناسائی ہے

اب تلک دیکھ کے حیران و پریشان ہوں میں
اسقدر دَیرِ ستم گر میں پذیرائی ہے

ہم نے دیکھا ہے یہ اردو کے طلب گاروں کو
معرفت جود و عطا ضبط خلیفائی ہے

حد دریدہ دہ مُمَدَّد تدِ دیدہ باید
عاَلَمِ دوْدِ سِیَہ ہجرِ تماشائی ہے

حسبِ معمول اجازت بھی نہیں مانگ سکا
آپ کا لہجہ زہے داب تقاضائی ہے

اب بھی مشتاق ہوں عاصیؔ میں اسیرِ غم کا
بود مشکوک سِرا عالم رعنائی ہے

راگ جگنو تراب کی باتیں
''گیت خوشبو شباب کی باتیں''
اب کریں انقلاب کی باتیں
''گیت خوشبو شباب کی باتیں''
اب ہو عزت مآب کی باتیں
''گیت خوشبو شباب کی باتیں''
عود صندل گلاب کی باتیں
''گیت خوشبو شباب کی باتیں''
سب کریں گے کتاب کی باتیں
''گیت خوشبو شباب کی باتیں''
یاد آئی جناب کی باتیں
''گیت خوشبو شباب کی باتیں''
یہی تو ہے شہاب کی باتیں
''گیت خوشبو شباب کی باتیں''

ہو رہی ہے شراب کی باتیں
"گیت خوشبو شباب کی باتیں"
کچھ الگ انتخاب کی باتیں
"گیت خوشبو شباب کی باتیں"

❀❀❀

خود کو ملبوسِ مقدر ہے خیالا مت کر
اپنی تحریر پہ نظر ڈال مَقالہ مت کر
چاہتا ہے تو اگر تجھ کو میسر ہو سکوں
"اس اندھیرے میں مرے یار اجالا مت کر"
صوف، صوفی، صفِ صفّاف صفا صاف صفی
یہ تصوف کے خیالات نکالا مت کر

کہیں پر کمال و جمال اوج پر ہے
کہیں پر تو جاہ و جلال اوج پر ہے

زمانے کا ہر اک سوال اوج پر ہے
ازیں جا تعلّمِ جُہال اوج پر ہے

کہاں ہے کسی کو بزرگوں پہ تکیہ
اسی اک سبب اسپتال اوج پر ہے

عجب دورِ حاضر نے انگڑائی لے لی
عبث سربراہ ہیں زوال اوج پر ہے

سرِ شام لے کر تصورِ شفق سے
''مصور کا ذوقِ جمال اوج پر ہے''

سوالِ جرح کی نہیں اب ضرورت
بے سر ضابطوں کا ہُزال اوج پر ہے

کہاں کس کو اب شوقِ دیدار عاصیؔ
کہاں اب کسی کا ملال اوج پر ہے

مژگانِ ارتقا ئے کئی سال ہو گئے
”خود سے نظر ملائے کئی سال ہو گئے“

اب تک خفا ہیں ہم سے ذرا سی خطا سے وہ
جبکہ وہ بخشوائے کئی سال ہو گئے

آخر کہ انتظار میں بینائی تک گئی
آئے نہ ہائے ہائے کئی سال ہو گئے

پھرتے رہے تلاش میں صحرا کے قلب تک
ہائے ملے نہ سائے کئی سال ہو گئے

آدابِ بزم کیا ہے ہمیں کیا خبر صنم
محفل میں تیری آئے کئی سال ہو گئے

امید ہے وفاؤں پہ اک دن سنے گی وہ
آواز تو لگائے کئی سال ہو گئے

دوشِ حزیں پہ بارِ الم اور ڈال مت
عاصیؔ نظر اٹھائے کئی سال ہو گئے

قبلِ منزل کہ تم اتر جانا
عاشقوں کی لئے خبر جانا

میرے بچے ابھی بھی جاگتے ہوں گے
کشمکش میں ہوں رکوں کہ گھر جانا

کیوں مرے آس پاس پھرتی ہو
میں تو پاگل ہوں یار! گھر جانا

ملکِ مجنوں کائنات ہے اک
جس نے بھی جانا مختصر جانا

مقتلِ عشق سجنے والا ہے
وہ نہ آئے جسے ہے ڈر جانا

میرے احساس میرے گزرے دن
جب بھی جانا ہو چھوڑ کر جانا

مسکرانا جہان بھر میں پر
رب کے دربار چشمِ تر جانا

یہ ہلاکت سے کم نہیں ہوگا
چھوڑ دستار لے کے سر جانا
میرے وہم و گماں سے باہر ہے
"قسمیں کھا کر ترا مکر جانا"

❀❀❀❀

کچھ ہجر کی ابتدا بتاؤں
یا پھر بتا انتہا بتاؤں
کیسے ملے گا سکون تجھ کو
اب اس کی بھی میں دعا بتاؤں
کیوں ناز ہے حُسن پر تمہارے
آؤ تمہیں آئینہ بتاؤں
مشتاق تھے سننے کے لئے اور
"دل بول رہا ہے کیا بتاؤں"

یوں تو آسان بلاغت سے ضیا بار ہوں میں
"لوگ مجھ کو نہیں سمجھیں گے تو دشوار ہوں میں"

شرف افزا سے سعادت کا طلب گار نہیں
فرطِ جذبات ارادت کا خود آثار ہوں میں

صبر کی داد خدا دیتا ہے سب جانتے ہیں
کون کہتا ہے بتاؤ کہ عزادار ہوں میں

خَلَفاً عَنْ سَلَفی زُعم ہدایت آمیز
خوش عقیدت ترے انکار کا اقرار ہوں میں

فضل اللہ کا احسانِ نبی آلِ نبی ﷺ
اپنے کنبے کے لئے فخرِ علم دار ہوں میں

خاص کارندہ تماشہ رہا ذوقِ انا
حلف نامہ لئے موجود گنہگار ہوں میں

حَیف صَد حَیف عزیمت کے بھی لائق نہ رہا
خود ہی معذور طبیعت لئے بے زار ہوں میں

خود ہی ہر بار یہ عاصیؔ کا تسلی دینا
مُثبت انعام و اکرام کا حقدار ہوں میں

سنا جو نام ترا سب چھپا کے، بیٹھ گئے
عجیب لوگ تھے پی کے پلا کے بیٹھ گئے

ہجوم دیکھ شریفوں کا بادہ کش سارے
ادب لحاظ کے سب منہ چھپا کے بیٹھ گئے

رِدا وہ اوڑھ کے خوش اعتقاد کی لوگوں
یہاں وہاں پہ جہاں دل ہوا کے بیٹھ گئے

جہاں بھی بزمِ انا حُسنِ اِعتمَاد سجی
دِوانے آئے وہاں اور آ کے بیٹھ گئے

ذرا سا بارِ الم کیا ہوا مرا ہلکا
"درونِ قبر فرشتے جگا کے بیٹھ گئے"

زماں سے،ہم ہوئے مصروفیت سے جب فارغ
فقیر مست قلندر میں جا کے بیٹھ گئے

رسوخِ دار میسر ہوئے ہمیں عاصیؔ
ملا جو موقع تباہی بپا کے بیٹھ گئے

اختلافِ دل دماغ اور سوئے ظن جذبات میں
"کرلیا خود کو مقیّد میں نے اپنی ذات میں"
شوق سے تم آزما لو آزمانا ہو اگر
دل ہے کیا ہم جان دیں گے مانگ لو سوغات میں
ہم نے رکھا ہے جلا کر تیری یادوں کا چراغ
روشنی ہی روشنی ہے ہجر کے ظلمات میں
ہے سلامت با کرامت دست پا دستار سر
ہار بیٹھے دل دِوانے عشق کے غزوات میں
ربطِ باہم باریابِ خول بافی بَذْل وجُود
قدر کیا ہو گی اسے جس کو ملے خیرات میں
سرکشی فتنہ فساد و خون ریزی عام ہے
فرق کیا باقی رہا انسان میں جنات میں
منتظمؔ عاصیؔ اسیرِ حلقۂ نیک و بُرا
بَخت خُفتہ رنگتا ہے روز الگ صبغات میں

پہلے جو دنگ تھے تیرگی دیکھ کر
اب وہی دنگ ہیں روشنی دیکھ کر

ہوں پریشان میں اور حیران ہوں
جانے کیوں آج وہ تھی رکی دیکھ کر

لوگ حیران تھے دیکھ کر! پر تجھے
میں بھی حیران ہوں واقعی دیکھ کر

اتنی خاموش کیوں ہے بتا تو سہی
دل یہ بے چین ہے اس گھڑی دیکھ کر

منفرد اک غزل ہوگئی پھر مری
جانِ من اک جھلک آپ کی دیکھ کر

جب کبھی آگئی بام پر میری جاں
اوڑھ بادل چھپی چاندنی دیکھ کر

کیا بتاؤں میں عاصیؔ کہ کیا حال ہے
بعد مدت کے اس کی گلی دیکھ کر

کہنا ہے کچھ کہوں میں اجازت ہے آپ کی
جی شکریہ حسین یہ صورت ہے آپ کی

یہ اور بات ہے کہ میں کچھ بولتا نہیں
لیکن لبوں پہ میرے شکایت ہے آپکی

آئے گئے یہ شمس و قمر ہفت ماہ و سال
"اب تک مری نگاہ میں صورت ہے آپ کی"

یوں روز میرے خواب میں آ کر چرانا نیند
میں جانتا ہوں جان شرارت ہے آپ کی

پرواہ اب کہاں کسی انجام کی رہی
جب جان روح دل پہ حکومت ہے آپ کی

لم زلف مست آنکھوں سے شوخی اداؤں سے
غنچے کلی یہ گل پہ عنایت ہے آپ کی

مدت سے آ رہی ہے مجھے یاد مستقل
عاصی اسیرِ غم ہے ضرورت ہے آپ کی

ماحول خوشگوار تھا حرمان کر گیا
شہرِ اماں کو وہ حزیں ویران کر گیا
امید جس کی کر نہیں سکتا تھا میں کبھی
"وہ شخص آخرش مجھے بے جان کر گیا"
بیتے ہوئے وہ کل کے مرے سائبان نے
تھا پُر سکون میں رہِ اَحزان کر گیا
شکوہ گلہ کلیدِ سکوں ہجر بارے
دیوانہ جاتے جاتے پشیمان کر گیا
کچھ پل کے لئے قبر پہ ماتم بپا کے وہ
لگتا ہے جیسے پھر کوئی احسان کر گیا
احسان اس کا کیسے چکاؤ گے اب بھلا
قربان تجھ پہ اپنا جو ارمان کر گیا
تلمیذِ عشق خود ہی بچانے واسطے
عاصیؔ سزا کا اپنی وہ اعلان کر گیا

مرضِ الفت میں گرفتار شفا چاہتا ہے
کتنا احمق ہے لطافت سے رِہا چاہتا ہے
درد و فرقت کے حزیں باب کھلے ہیں پھر بھی
"باب اک اور محبت میں کھلا چاہتا ہے"
سامنے آئینے کے کھڑے ہو کے وہ کہتا تھا
ایک تو ہے جو سدا میرا بُرا چاہتا ہے
کیوں سمجھتے نہیں ہیں لوگ ترنگے کو بھلا
رنگِ بھارت کوئی بھگوا کوئی ہرا چاہتا ہے
کیسے بتلاؤں اسے جب مجھے معلوم نہیں
اک مسافر جو مرا مجھ سے پتا چاہتا ہے
تیری الفت میں مقیّد یہ سزاوار! ترا
اور کچھ دیر گُنَہگار جلا چاہتا ہے
خوفِ ظلمت سے لرزتا ہوا مجھ سے عاصیؔ
کیا عجب بات ہے طوفان دیا چاہتا ہے

”دھوپ میں نکلو گھٹاؤں میں نہا کر دیکھو“
ملک کے واسطے سر اپنا کٹا کر دیکھو

کیا ہے اسلاف نے سیراب لہو سے اپنے
اب بھی آتی ہے مہک مٹی اٹھا کر دیکھو

مل گئے خاک میں باقی نہ رہا نام و نشاں
اے شریکانِ چمن آنکھ ملا کر دیکھو

دین اسلام کے ہو جاؤ گے شیدا تم بھی
آنکھ سے بغض کی عینک کو ہٹا کر دیکھو

ملکیت آپ کی یا میری نہیں ہے بھارت
خون ہر اک کا ہے تاریخ اٹھا کر دیکھو

عظمتِ ہند، محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کا ہے نام
اپنے ہاتھوں لکھی تاریخ مٹا کر دیکھو

آپ سے اپنے وطن کے لئے کچھ بوند لہو
التجا عاصیؔ کی گذارش ہے بہا کر دیکھو

بوجھ، ماں باپ کا اک بار اٹھا کر دیکھو
" دھوپ میں نکلو گھٹاؤں میں نہا کر دیکھو"

کیا ضرورت ہے کسی غیر سے کچھ پوچھنے کی
ہے اگر فکر! مرا حال خود آ کر دیکھو

زخمِ ناسور کو اور دردِ تلاطم کو کبھی
اوڑھ کر چادرِ مکان چھپا کر دیکھو

روشنی میں تو منافق بھی لگے ہیں اپنے
کون اپنا ہے چراغوں کو بجھا کر دیکھو

تلخ لہجے میں یقیں ہے کہ مٹھاس آئے گی
سوئے اردو، دو قدم اپنا بڑھا کر دیکھو

ایک اک قطرے کے بدلے میں ہے انعام بڑا
خونِ حق راہ پہ تم اپنا بہا کر دیکھو

کیا سمجھتے ہو وہ آئیں گے بچانے عاصیؔ
جن پہ تکیہ ہے صدا ان کو لگا کر دیکھو

رنجشیں اور بڑھانے کی ضرورت کیا ہے
"گھر میں دیوار اٹھانے کی ضرورت کیا ہے"

زندگی بھر جو تری یادوں سے ویران رہا
اس کی میت کو سجانے کی ضرورت کیا ہے

دل سے دل گر ہو ملانا تو ملاؤ ورنہ
یوں فقط ہاتھ ملانے کی ضرورت کیا ہے

میں تو تیار ہوں ہر ظلم و ستم سہنے کو
ایسے قسطوں میں ستانے کی ضرورت کیا ہے

روتے روتے یہ اچانک سے خیال آیا مجھے
بے وجہ اشک بہانے کی ضرورت کیا ہے

جاگتی آنکھ سے دیدار میسّر ہے مجھے
پھر تجھے خواب میں آنے کی ضرورت کیا ہے

جب خیالوں میں ترے رہتا ہوں بے چین سدا
چین پھر میرا چرانے کی ضرورت کیا ہے

پاس ہوتا ہوں تو کچھ میرا نہیں رکھتے ہو پاس
دور سے عشق لڑانے کی ضرورت کیا ہے
جانتے ہو کہ میں مجبور ہوں عاصی پھر بھی
روٹھ جانے کی بہانے کی ضرورت کیا ہے

❀❀

پیغامِ سرِ عام کے نفرام ہی ہیں
''ہر کام کے انجام میں ناکام ہی ہیں''
بیزار جو فرقت کے تلاطم سے ہوئے تھے
ناکام وہ المام کے پیغام ہی ہیں

ملتا ہے درد و غم کبھی الزام عشق میں
چین و سکوں رضا خوشی اَعدام عشق میں

رہتے ہیں ارد گرد مصائب الگ الگ
ملتی نہیں کسی کو بھی اِنفرام عشق میں

سمجھائے جا کے کوئی کہ لذت یہی تو ہے
”ہر دم مچائے رکھتے ہیں کہرام عشق میں“

ہو جائے گا یقیں کسی عاشق سے پوچھئے
رہتا ہے آس پاس ہی آلام عشق میں

تاریخ کے جھروکوں سے دیکھو جو جھانک کر
ہوتا کہاں ہے کوئی بھی ناکام عشق میں

تم عشق کے رموز سے واقف نہیں ابھی
ہے عین شین قاف پہ ہی نام عشق میں

عاصیؔ اسیرِ عشق اسیرِ الم رہے
مربوط ہیں تمام ہی اِقدام عشق میں

تڑپتے رہتے ہیں پھر بھی دعا نہیں کرتے
عجیب لوگ ہیں دکھ کی دوا نہیں کرتے

گلی میں کوچوں میں ہر جا یہی تو چرچا ہے
"کہ اب کسی سے بھی ذکرِ وفا نہیں کرتے"

یہ خوف کیسا ہے رخ پر! پتا نہیں ہے کیا
جو غم اٹھاتے ہیں وہ غم دیا نہیں کرتے

شکایتوں کی وہ بسیار کہکشاں ہو تم
کہ جس کے تند اجالے وفا نہیں کرتے

شریر آندھی کو آنکھیں دکھاتے ہیں لیکن
چراغ دیرِ انا پر جلا نہیں کرتے

وہی تو عشق کی منزل پہ بے خطر پہنچے
جو فکر دیر و حرم کی ذرا نہیں کرتے

سبیل درد میسر ہوا ہمیں عاصیؔ
اسی لئے تو کبھی ہم دغا نہیں کرتے

دوشِ انا پہ بار اُٹھانا پڑا مجھے
"بربادیوں کا جشن منانا پڑا مجھے"

زخموں کو نوچ نوچ کے اپنے ہی ہاتھ سے
احساسِ سنگ دل کو دلانا پڑا مجھے

معلوم تھا نہ آئیں گے واپس وہ لوٹ کر
دل رکھنے دل کا اس کو بلانا پڑا مجھے

مسکان جھوٹی لب پہ سجا کر صنم تری
محفل میں درد و غم کو چھپانا پڑا مجھے

رونے لگے تھے پھوٹ کے پیروں آبلے
پھر بھی وفا بچانے کو جانا پڑا مجھے

اس بار روٹھنے کا تو کوئی سبب نہ تھا
تلمیذِ عشق ہوں سو منانا پڑا مجھے

جس کو مکیں بنانا تھا عاصیؔ اسے مگر
مہمان اپنے دل کا بنانا پڑا مجھے

الوداع جب لکھا تھا کاغذ پر
"پہلے آنسو گرا تھا کاغذ پر"
رو رہے تھے لپٹ کے شاید وہ
داغِ فرقت چھپا تھا کاغذ پر
کچھ دنوں کے لئے ہوا خاموش
جانے کیا کیا لکھا تھا کاغذ پر
کر رہا تھا یہاں وہاں پہ تلاش
راستہ، رہنما تھا کاغذ پر
اس نے دل کو نکال کر جیسے
اپنا خود رکھ دیا تھا کاغذ پر
روشنی کر رہے تھے حرفِ جلی
دیپ جیسے جلا تھا کاغذ پر
منتظمؔ عاصی حالِ دل اور سب
کچھ ترا پڑھ لیا تھا کاغذ پر

آرزو کرنا جستجو کرنا
جو بھی کرنا وہ تو، ہاں! تُو کرنا

دل دریدہ بتاتی جاؤ مجھے
کیسے؟ کیسے اسے رفو کرنا

کتنا مشکل ہے جانتے ہو کیا؟
”نرم لہجے میں گفتگو کرنا“

بات میری سمجھ رہی ہو نا
جا رہا ہوں مجھے عفو کرنا

آؤ بیٹھو، ہاں! آپ، بیٹھو تو!
خواہش دل ہے گفتگو کرنا

سوچ کر دل یہ کانپ جاتا ہے
اپنے ارماں لہو لہو کرنا

کیا کہا، پھر کہو، وہ بھی تم سے؟
”نرم لہجے میں گفتگو کرنا“

کتنا آساں سمجھ رہی ہو تم
آرزو بعدِ ترکِ آرزو کرنا
یہ قیامت سے کم نہیں عاصیؔ
زلفِ لم رخ کے رو بہ رو کرنا

❀❀❀

یہ تم آخر سمجھتے کیوں نہیں ہو اے مسلمانوں
''مدینے کے چراغوں سے شناسائی ضروری ہے''
قرابت دار ہو شمس و قمر تاروں کے تم پھر بھی
''مدینے کے چراغوں سے شناسائی ضروری ہے''
نمازوں کی اذان و حج کی اور اعمالِ اعلیٰ کی
دعاؤں میں درودوں کی بھی اگوائی ضروری ہے

شیطان مَر زبان میں کل مُنکِر ان میں
کچھ فرق ہند کے نہیں ہے نا زبان میں
جب چھل کپٹ کا راج ہے ہر دہندگان میں
باقی کہاں رہے گی وفا ترجمان میں
نفرت کی آگ لگ گئی ہندوستان میں
"انسان مبتلا ہے عجب امتحان میں"
برسوں سے مٹ سکی نہیں ہم سے جتن کے بعد
نفرت کی اک لکیر بنی درمیان میں
کردار قہرمان کا کرتے ہیں یہ ادا
باقی حیا نہیں رہی اب واعظان میں
آئین بن رہا ہے پشو پکشی کے لئے
"انسان مبتلا ہے عجب امتحان میں"
دھوکہ، انا، غرور، تکبر، ریا نمود
اَحسن سلوک تک نہیں مُخلصان میں

کتنا عجیب دور ہے کتنے عجیب لوگ
امن و امان ہاں ہے امن و امان میں
احسانِ سائبان کا عاصیؔ اثر ہے یہ
اَعوانِ خاصگان ہیں سب خاندان میں

❀❀❀

شَمۡسُ الضُّحٰی کَیۡفُ الوَریٰ محبوبِ خدا کا
''ہونٹوں پہ مرے ذکر رہے صلِّ علیٰ کا''
صَلٰوۃ نبی پر، وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ
قرآں میں لکھا ہے یہ فرمان خدا کا
اَنۡعَمۡتَ هِدَایَتَ، وَاِلٰی رَبِّكَ فَارۡغَبۡ
احکام رکھو یاد عزیمت قدما کا

بعد مدت کے یہ اقرارِ تماشہ کیا ہے
صرف اتنا ہی بتا دیں ابھی سوچا کیا ہے
خود سمجھ جاؤ گے دہلیز پہ رکھتے ہی قدم
درد فرقت کے سوا عشق میں رکھا کیا ہے
دیکھ کر شہرِ انا آپ ہیں مسرور بہت
چھوڑ کر دیرِ حزیں آپ نے دیکھا کیا ہے
وقت آیا ہے بتانے کا بتا دے سب کو
شاعروں کے در میں اب تک کہ تو سیکھا کیا ہے
تیری فرقت کے سبب میں نے یہ جانا، جاناں
” ورنہ معلوم نہیں تھا مجھے دریا کیا ہے“
ہم کو بتلانے کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے
جانتے ہیں کہ برا کیا ہے اور اچھا کیا ہے
خوب تکلیف اٹھاتے ہیں جنوں پر عاصیؔ
اُن کو معلوم نہیں ہے کہ یہ شکوہ کیا ہے

نہ ملے گی شفا کہا تھا نا
مرض ہے لا دوا کہا تھا نا

سن کے میری غزل تمہیں میں نے
زخم ہوگا ہرا کہا تھا نا

دار پر چڑھ کے جاں محبت کا
ہوگیا حق ادا کہا تھا نا

پھر کیوں مایوس ہو مرے محسن
آپ کا شکریہ کہا تھا نا

راستے پر جنوں کے جانا
ہوگیا نا برا کہا تھا نا

اشک پلکوں پہ تھم گئے آکر
ہوگا تجھ پر فدا کہا تھا نا

تجھ کو عاصیؔ بہار کا موسم
دے گا پھر سے صدا کہا تھا نا

اوارہ ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی
وہ دارا ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی

دلِ کعبہ محبت کا جو چاہو
مِنارا ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی

ابھی تو شمع ہی روشن ہوئی ہے
"اشارہ ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی"

محبت میں نیازِ قلب کا اب
قُصارا ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی

کھلا ہے میکدہ لیکن واں کوئی
نَعارہ ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی

ضعیفی میں تمنا ہے مگر اب
طرارہ ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی

خبر کیا منتظمِ عاصیؔ تمہارا
دلارا ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی

جب تجھے آفتاب بھیجوں گا
ساتھ میں آسیاب بھیجوں گا
ایک چھوٹی سی شیشی میں بھر کر
آپ کو اِنجذاب بھیجوں گا
دور اپنے وطن سے ہیں! ان کو
ایک مٹھی تراب بھیجوں گا
باندھ کر ہاتھ سے کفن سر پر
مدمقابل شباب بھیجوں گا
اور کچھ دیر انتظار کرو
زندگی کا نصاب بھیجوں گا
یہ متاعِ حیات بیچ کے میں
خوبصورت حَباب بھیجوں گا
دل کے قرطاس پہ میں لکھ عاصیؔ
جان کو اِضطِراب بھیجوں گا

مت کرو اِرتیاب بھیجوں گا
ساتھ میں ہَمر کاب بھیجوں گا

مدتوں سے جسے رکھا ہے صنم
ڈھونڈ کر مُستَجاب بھیجوں گا

دستِ فرقت سے جو بھی پایا ہے
درد و غم اِکتساب بھیجوں گا

جو بھی بھیجوں گا میں تجھے جاناں
صاف اور مُنتَطاب بھیجوں گا

شرف پیغام بھیجنے کا ملے
پہلے میں کامیاب بھیجوں گا

یہ نہ سمجھو کہ پیٹھ پیچھے میں
آپ کے اِغتیاب بھیجوں گا

مُنتظِم عاصیؔ بے خبر کو میں
نُقطہَ اِنتخاب بھیجوں گا

اشک کا اِنسکاب بھیجوں گا
"سوچ سے بے حساب بھیجوں گا"

وقت آئے گا ایک دن جاناں
تیرے گھر انتساب بھیجوں گا

لکھ کے مکتوب میں تجھے جاناں
لفظ سب فیضیاب بھیجوں گا

راز ہوجائے سب عیاں تجھ پر
آنکھ، تعبیر، خواب بھیجوں گا

اک مکمل غزل تو ہونے دے
تجھ کو عزت مآب بھیجوں گا

سب نے تارے ہی توڑے لیکن میں
توڑ کر ماہتاب بھیجوں گا

ساتھ خط میں مَیں خیر کے عاصیؔ
زخم کا اِنصباب بھیجوں گا

ب ٭ بخت کو راہ بر بنا لیں گے
ز ٭ زارِ دل کا زبر بنا لیں گے
م ٭ مختصر سی کہانی ہے میری
س ٭ سارے غم ہم سفر بنا لیں گے
ا ٭ اپنے زخموں کو نوچنے والے
ح ٭ حوصلے کو حجر بنا لیں گے
ل ٭ لے کے ہم حرف سین الف یا ہا
ش ٭ شام تک اک شجر بنا لیں گے
ع ٭ عشق الفت فراق اور فرقت
ر ٭ رکئے تو رات بھر! بنا لیں گے
و ٭ وقت کٹتا رہا اگر یوں ہی
ا ٭ اشک آنکھوں میں گھر بنا لیں گے
د ٭ درد کچھ کم ہوا ہے آج عاصیؔ
ب ٭ بس اسے اب بَطَر بنا لیں گے

بار یابِ زماں نیا لیں گے
زخم سے درد کی دوا لیں گے

موت آئے گی جب سنو لوگوں
سبز پرچم سے ہم ہوا لیں گے

آپ کو یہ پتا ہے پہلے سے
حالِ دل سب سے ہم چھپا لیں گے

لفظ چن کر ہمارے دل پر سب
شادماں شادماں لکھا لیں گے

عام اور خاص آرہے ہیں سبھی
راہ پر آنکھ دل بچھا لیں گے

وہ ہمیشہ یہ ہم سے کہتے تھے
"اشک آنکھوں میں گھر بنا لیں گے"

دار پر چڑھ کے ہم جنوں عاصیؔ
بختِ مرحوم کو جِلا لیں گے

کلمہ ھو لا اِلٰہ کا اصرار ہے کہاں
ہم کو حرم سے کوئی سروکار ہے کہاں
مسمار کر کے دل کو مرے یار وہ گئے
دکھ درد و الم رائگاں معمار ہے کہاں
مرحوم سال و ماہ سے محروم ہو گئے
اعدا ہمارے لوگ وہ اسمار ہے کہاں
راہِ سلوک حاصل طورِ گماں ہوا
داؤد اور موسیٰ سا کردار ہے کہاں
حکمِ ہُدیٰ سلام ہے اظہارِ کارواں
آساں ہے موم سا وہ گرہ دار ہے کہاں
آئے سکوں ہمک ہو معطر سُرور ہو
دل کے محل کے واسطے گلہار ہے کہاں
علم الکلام درد کا عاصیؔ دعا دوا
ملکِ عدم طمع ہے روادار ہے کہاں

کچھ تو ایسے ہیں جو فطرت کو بدلنے نکلے
کچھ دِوانے ترے حالات سمجھنے نکلے

جس پہ پڑتا تھا تری زلف کا سایہ ہر دم
آئینے میں اسی بن ٹھن کے سنورنے نکلے

اشک آنچل سے صبح و شام وہ آکر پونچھے
ہم حقیقت ہی سمجھتے رہے سپنے نکلے

آگ نفرت کی لگی ملک میں ایسی میرے
خود جلانے لگے جو لوگ بجھانے نکلے

خون پوشاک پہ پھر دیکھ کے! زخم سبھی
ہم نئے جس کو سمجھتے تھے پرانے نکلے

کیا خبر تھی کہ ہمی روٹھ کے واپس آئیں
اپنے روٹھوں کو جو ہم لوگ منانے نکلے

حرفِ آخر یہ کہوں گا میں سبھوں سے عاصیؔ
بچ کے رہنا کہ منافق سبھی اپنے نکلے

شہر گاؤں نگر نہیں لگتا
ماں کے بن گھر بھی گھر نہیں لگتا

جب سے احباب بے نقاب ہوئے
"مجھ کو سانپوں سے ڈر نہیں لگتا"

حوصلے ہو تو پھر اڑان بھرو
اڑنے کو بال و پَر نہیں لگتا

بات عزت وقار کی ہو تو
سر، بے دستار سر نہیں لگتا

یہ معارف شِناس لگتا ہے
مجھ کو اہلِ نظر نہیں لگتا

دل دکھانے کے واسطے کوئی
جانتا ہوں ہنر نہیں لگتا

کچھ تو ہے معتبر مگر عاصیؔ
شعر کچھ معتبر نہیں لگتا

باردانوں میں گھر بنا لیں گے
زر سے جذبوں میں گھر بنا لیں گے
مدعا چاہے جو بھی ہو، ہم تو
سال ماہوں میں گھر بنا لیں گے
استخاروں میں گھر نہیں بنتے
حد اشاروں میں گھر بنا لیں گے
لوگ کہتے ہیں ان کو کہنے دو
شوخ اداؤں میں گھر بنا لیں گے
عاد کے حال سے نہ واقف ہیں
رہ پہاڑوں میں گھر بنا لیں گے
وصل محبوب میں بہا ورنہ
اشک آنکھوں میں گھر بنا لیں گے
درد اب چیخنے لگا عاصیؔ
بھرتے زخموں میں گھر بنا لیں گے

ملی جوانی جو پھر سے مری جوانی کو
" ملا اک اور نیا سلسلہ کہانی کو"

یہ مشغلہ نہیں الفت ہے پیار ہے لوگو
رکھے سنبھال کے میری سبھی نشانی کو

اوڑھا کے رکھا ہوں غزلوں کو میں ردائے انا
عروج بخشے خدا سب نئی پرانی کو

تمہاری بزم میں دستور بن گیا ہے مرا
لبوں پہ رکھنا سجا کے مئے مغانی کو

میں انتظار نہ اور کر سکا معاف کرو
میں جا رہا ہوں صنم چھوڑ دارِ فانی کو

اسے بھلانے کی کوشش میں کر رہا ہوں مگر
بھلا نہ پاؤں گا ہرگز کبھی دِوانی کو

ترا خیال تری فکر منتظمِ عاصیؔ
نئے نرالے بھرے رنگ شعر خوانی کو

دردو فرقت سے غموں سے پرے سارے جائیں
''ہم وہ لمحے ہیں جو فرصت سے گزارے جائیں''

خود با خود ختم ہو جائے گی حقیقت لوگو
دوشِ مجنوں سے اگر بار اتارے جائیں

جتنے مقروضِ قلم ہیں وہ اسے یاد رکھیں
پہلے کاغذ کے سبھی قرض اتارے جائیں

جشنِ نصرت کا وہ اعلان سرِ عام کریں
جب کبھی عشق کے میدان میں ہارے جائیں

یہ سمجھ لینا کہ اب دار پہ چڑھنا ہوگا
بستیٔ حسن میں جب آپ نہارے جائیں

بعد پینے کے بھی سب ہوش میں آجاتے ہیں
دیکھ کر آپ کو کیوں ہوش ہمارے جائیں

ہم کو پرواہ نہیں خوف نہیں فکر نہیں
جانِ عاصیؔ ترے مارے کہ سنوارے جائیں

بخت کے سب ستارے بیچ میں ہیں
دل کے مارے بچارے بیچ میں ہیں

جانے کیوں آ کے کنارے پر مجھ کو
لگ رہا ہے کنارے بیچ میں ہیں

ڈھونڈتا پھر رہا ہوں جس کو میں
وہ حسیں تر نظارے بیچ میں ہیں

اب نہ الزام کسی اور کو دیں
" کچھ منافق ہمارے بیچ میں ہیں"

منزلوں تک لے گئے سب کو مگر
صرف ہم کو اتارے بیچ میں ہیں

کس طرح کیسے بچائیں خود کو ہم
سوزِ پنہاں، غم، شرارے بیچ میں ہیں

بخت ایسے ہی نہیں ہے اوج پر
منتظم عاصیؔ ہمارے بیچ میں ہیں

ساتھ تم میں سَر اس ہوتے تو
خود سراپا حواس ہوتے تو
درد و غم رنج بھول جاتا میں
"تم اگر میرے پاس ہوتے تو"
ساتھ میں بھی اداس ہو جاتا
جب کبھی تم اداس ہوتے تو
بخت کا بادشاہ ہوتا میں
تم اگر آس پاس ہوتے تو
زخمِ فرقت کبھی نہیں جلتا
تم مرا گر لباس ہوتے تو
راہیں مشکل بھی کٹ گئی ہوتیں
تم ہی ہوش و حواس ہوتے تو
اور کچھ بھی طلب نہیں ہوتی
تم مرا گر سپاس ہوتے تو

ایک دوجے کی جان دل کے لئے
ہم اگر اقتباس ہوتے تو
جیسے عاصیؔ اساس ہے تم سے
تم بھی اس سے اساس ہوتے تو

❁❁❁❁

قصہ گر مختصر نہیں ہوگا
کوئی پھر معتبر نہیں ہوگا
حُسن والوں کا مر گیا ہے ضمیر
''غم کا کوئی اثر نہیں ہوگا''
اپنا معیار گر نہیں سمجھے
ہوگی دستار، سر نہیں ہوگا
روشنی کسقدر ہوئی چھت پر
آپ ہونگے، قمر نہیں ہوگا

دل یہ کہتا ہے اسے دل میں بسایا جائے
” آنکھ کہتی ہے اسے دور سے چاہا جائے“
دارِ فرقت کی شب و روز ستائے خوشبو
من تو کرتا ہے کہ چڑھ دار پہ جایا جائے
جب سنا مژدہ کہ آنے کا ارادہ ہے! تو دل
تب سے ہر پل یہ خیال آئے سجایا جائے
ان کی آنکھوں نے اگر کرلی زیارت تو چلو
باندھ کر یاروں جنازے کو اٹھایا جائے
آؤ دستور بناتے ہیں یہ مل کر سارے
اسقدر اہلِ جنوں کو نہ ستایا جائے
میری حساس نظر مجھ سے یہ کہتی ہے سدا
درد کیا ہے ذرا اس کو بھی بتایا جائے
شور برپا ہے یہ بستی میں وفاداروں کی
بے وفا کے سبھی عیبوں کو چھپایا جائے

سوچتے ہونگے یقیناً یہی اب اہلِ جفا
کس طرح کس پہ یہ الزام لگایا جائے
منتظم عاصیؔ جو خود ڈھونڈ رہا ہے خود کو
اس کو اس کا ہی پتا آؤ بتایا جائے

❀❀❀

تیری شوخی اداؤں سے گھائل ہے یہ
تیر نظروں کے دل پر چلانا نہیں
لب سے پینے کے طالب ہیں اہلِ جنوں
جام آنکھوں سے جاناں پلانا نہیں
دار پر چڑھ کے بھی نام لیں گے ترا
ہم دوانوں کو تو آزمانا نہیں

دستور شہرِ یار کا اغیار کی طرح
"اُٹھتی ہے ہر نگاہ خریدار کی طرح"

آواز آئی پہلے خبردار ہوشیار
نیچی نگاہ رکھئے طلب گار کی طرح

اس جا سے واسطہ نہیں رکھنا ہے اب مجھے
آتے ہیں سب نظر جہاں بیمار کی طرح

پہلے سا پیار عشق محبت بھی اب نہیں
دلدار بھی کہاں رہے دلدار کی طرح

محفل میں جاں کی بازی لگانی پڑے گی اب
چپ چاپ نکل جائیں سمجھدار کی طرح

استاد والدین کا احسان ہے رکھو
سر پر سجا کے جوتیاں دستار کی طرح

لے کر چراغ ڈھونڈا جہاں تک رسائی تھی
کردار مل سکا نہ مرے یار کی طرح

دنیا کا خوف ہے یا پھر انداز ہے الگ
اقرار کر رہے ہیں وہ انکار کی طرح
کر کے تلاش دیکھ لے عاصیؔ تمام عمر
کوئی نہیں ملے گا مرے یار کی طرح

❀❀

پست پر باندھ کے پتنگ اپنی
تند جھونکے ہوا کے اڑ جانا
لذّتِ ہجر کی تڑپ گر ہو
"فکر کے پر لگا کے اڑ جانا"

جانے کیوں پُر ہراس رہتے ہیں
"لوگ برسوں اداس رہتے ہیں"
چھوڑ جاتے ہیں دارِ فانی ہم
صرف باقی سپاس رہتے ہیں
برگزیدہ نہیں ہے ہر کوئی
کچھ مُعارف شِناس رہتے ہیں
قفس فرقت میں جو رہا ان کے
کھوئے ہوش و حواس رہتے ہیں
ان سے اللہ راضی کیسے ہو
جو ہمیشہ ہی یاس رہتے ہیں
جس کی فطرت یذیدی ہو وہ
بے کفن بے لباس رہتے ہیں
دور ہوتے نہیں کبھی مجھ سے
ہر گھڑی میرے پاس رہتے ہیں

چھوڑ دہلیزِ عشق لوٹ آئے
وہ جو قیدِ ترَاس رہتے ہیں
طشت از بام بے بسی عاصیؔ
درد و غم اقتباس رہتے ہیں

❀❀❀

نینداورچین مرا چراتا ہے
خواب میں آکے جو ستاتا ہے
جانے کیوں ہیچ لگتے ہیں سارے
اک وہی ہے مجھے جو بھاتا ہے
چھوڑ کر جو مجھے بہت خوش ہے
''وہ مجھے روز یاد آتا ہے''

"ٹھوکروں نے سبق سکھایا ہے"

فلسفہ اب سمجھ میں آیا ہے
دور پروانے یاس بیٹھے ہیں
صبح جب سے دیا بجھایا ہے
ہوگئی جب عیاں غلط فہمی
خود کو شرمندہ حال پایا ہے
ہوگئے شیخ وجد میں رقص کناں
پردہ جس پل ذرا اُٹھایا ہے
محفلِ ناز میں سبھی نے آج
واقعہ درد کا سنایا ہے
ہر گلی ہر نگر ہر اک در پر
حُسن والوں کا خوف چھایا ہے
کس سے جا کر کروں شکایت میں
مجھ کو اپنوں نے ہی ستایا ہے

جس کسی سے پتہ مرا پوچھا
ہر کسی نے ترا بتایا ہے
آج عاصیؔ وہ آرہے ہیں کیا
شہرِ فرقت کو کیوں سجایا ہے

❀❀

دارِ الفت کا نشہ رہنے دے
"اپنی آنکھوں میں بسا رہنے دے"
میری مجذوب طبیعت کو سمجھ
اور جو کچھ بھی ہوا رہنے دے

خلد میں جب طہور دیتا ہے
عشق رب کا خمور دیتا ہے
غیر سے چھوڑ دو طلب کرنا
"رب سے مانگو ضرور دیتا ہے"
بھیڑ تنہائی میں جہاں بھی کریں
ذکر رب کا سرور دیتا ہے
دیکھو! بت خانہ جاؤ جاکے! خدا
پتھروں کو شعور دیتا ہے
شکر ہر حال میں کرو لوگوں
ہر کسی کو شکور دیتا ہے
نام پر ولیوں کو ولایت کے
ربِّ تعالیٰ اُمور دیتا ہے
اٹھ کے عاصیؔ جو فجر میں سجدہ
اس کے چہرے پہ نور دیتا ہے

در گزر اور معافی کے سوا دو مجھ کو
میں گنہگار اگر ہوں تو سزا دو مجھ کو

یاد کر کر کے مجھے رونے سے اچھا ہے یہی
بے جھجھک شوق سے تم جان بھلا دو مجھ کو

کہہ رہا ہے یہ شب و روز تجسّس میرا
"تم مری ذات سے اک بار ملا دو مجھ کو"

توڑ بندش کو کبھی لوٹ کے آؤں گا! تمہیں
جب پڑے وقت تو اکبار صدا دو مجھ کو

التجا ہے یہی خواہش دمِ آخر! آخر
پاس بیٹھو مرے آنکھوں سے پلا دو مجھ کو

قبر میں اشکوں سے تر مٹی نہ ہونے پائے
اس لئے آؤ ردا خود ہی اوڑھا دو مجھ کو

بسترِ مرگ سے تم کو ہی پکارے عاصیؔ
لوٹ کر آؤ لقب صدقِ وفا دو مجھ کو

وہ عریانیت کے سو ڈھلنے لگا ہے
"محبت کا مطلب بدلنے لگا ہے"

یہ اردو ادب کا ہی فیض و کرم ہے
جو طفلِ دبستان چلنے لگا ہے

سنی حُسنِ جاناں پہ جب شاعری تو
مرا دل سخنور مچلنے لگا ہے

مرے عزم نے مات دی آبلوں کو
عدو دیکھ یہ ہاتھ ملنے لگا ہے

بلائے محبت میں ہو کر گرفتار
یہ قیدِ وفا اب سنبھلنے لگا ہے

شرف جس کو حاصل ہے تیری گلی میں
نگاہوں میں سب کی وہ کھلنے لگا ہے

چراغوں نے توڑا ہے جس دم صنم دم
مرا قلب اس دم سے جلنے لگا ہے

ہواؤں نے آ کر دیا یہ اشارہ
چلو چاند گھر سے نکلنے لگا ہے
پڑا ہے جو پتھر اسے دیکھ عاصیؔ
ترے درد سے وہ پگھلنے لگا ہے

❀❀❀❀

کچھ ہجر کی ابتدا بتاؤں
یا پھر بتا انتہا بتاؤں
کیسے ملے گا سکون تجھ کو
اب اس کی بھی میں دعا بتاؤں
کیوں ناز ہے حُسن پر تمہارے
آؤ تمہیں آئینہ بتاؤں
مشتاق تھے سننے کے لئے اور
"دل بول رہا ہے کیا بتاؤں"

ڈھونڈ رہے ہیں مل کے اشارے
"آنکھیں میری خواب تمہارے"

آنکھ سے میری چھلک رہے ہیں
شام سویرے اشک تمہارے

ہم کو بلندی راس نہ آئی
بول رہے ہیں ٹوٹتے تارے

خواب میں کھانا لائیں گی پریاں
سن کے بچے سو گئے سارے

بزم کا تیری ادب نرالا
لب خاموش نگاہ پکارے

چپ چاپ بیٹھے دیکھ رہے ہیں
جانے کیا دریا کے کنارے

عاصیؔ قصہ سنا رہے ہیں
بخت کا اپنے چاند ستارے

خوف اب دل پہ روشنی کا ہے
اس پہ احسان تیرگی کا ہے

سب لٹا کر میں رقص کرتا ہوں
"روگ سارا یہ عاشقی کا ہے"

بانٹتا ہے وہ بادشاہوں کو
جو بھکاری تری گلی کا ہے

جانور بے وفا نہیں ہوتے
کارِ چھل صرف آدمی کا ہے

اس کی یادوں نے دے دیے پھر سے
زخم سارا ابھی، ابھی کا ہے

خم نگاہیں لرزتے ید اور پا
یہ اشارہ تو عاجزی کا ہے

دھول چہرے پہ چاک دامن ہے
حال ایسا یہاں سبھی کا ہے

میں صفائی میں کیا کہوں گا بھلا
مجھ پہ الزام خود سَری کا ہے
چھوڑ کاغذ قلم لکھے عاصیؔ
یہ طریقہ تو اس صدی کا ہے

❀

ان بے وفاؤں میں تو کوئی باوفا بھی ہو
''اتنے ہجوم میں کوئی چہرہ نیا بھی ہو''

❀❀

مقتول خود کے قتل سے مشہور ہوگیا
''اچھا تمہارے شہر کا دستور ہوگیا''
مجہول اقتدار پہ مامور ہوگیا
''اچھا تمہارے شہر کا دستور ہوگیا''

شمس مہتاب سا ہوگا وہ تو اختر ہوگا
یار میرے کبھی مجھ سا نہ میسر ہوگا

جانتے ہو نا کہ رہتے ہو مرے دل میں صنم
"چوٹ لگنے سے تمہیں درد برابر ہوگا"

تیری ہر ایک اداؤں پہ ابھی خوب صنم
جانتا ہوں وہ دل و جاں سے نچھاور ہوگا

بھیڑ مستوں کی ترے کوچے میں دیکھی میں نے
بدلہ بدلہ سا ترا آج تو تیور ہوگا

ترا ماوس سے اندھیرا ہے مگر میرے صنم
تیرا دالان حسیں خوب منور ہوگا

خوب تعریف پہ تعریف کرو یار کی اپنے مجھ سے
وہ حسیں مان لیا! تجھ سا حسیں تر ہوگا؟

مجھ کو معلوم ہے عاصیؔ یہ لہو بولتا ہے
اب بھی مکتوب سے ہر آن معطر ہوگا

وہ خوب مشک بار تھے کہاں گئے
جو صاحبِ وقار تھے کہاں گئے
ابھی یہیں تو تھے وہ جانتے ہو کیا
"جو میرے راز دار تھے کہاں گئے"
تلاشِ ساقی ختم ہونے والی ہے
سبھی جو بادہ خوار تھے کہاں گئے
اِدھر اُدھر یہاں وہاں سبھی جگہ
جو حزب اقتدار تھے کہاں گئے
علی علی کا نعرہ سن کے سب کی سب
ضیا رخی مزار تھے کہاں گئے
نظر حیات پر مری رکھے ہوئے
مُکالَمہ نِگار تھے کہاں گئے
یہ اٹھ کے عاصیؔ درمیان سے سبھی
جو بند زرحصار تھے کہاں گئے

اپنے اشکوں کو روکتا ہے کیا
بیٹھ کر دور سوچتا ہے کیا

چاند جب چھت پہ تیرے آتا ہے
بھیگی آنکھوں سے دیکھتا ہے کیا

اشک پلکوں پہ تھم گئے سارے
"درد آنکھوں سے جھانکتا ہے کیا؟"

لوگ اپنوں کو بھول جاتے ہیں
درد تنہائی ڈھونڈتا ہے کیا

آنے والوں کو دیکھتا بھی نہیں
جانے والوں کو پوچھتا ہے کیا

محفلِ حُسن سج گئی ہوگی
چل چلیں یار سوچتا ہے کیا

زخم عاصیؔ ہرا ابھی تک ہے
اپنے ہاتھوں کریدتا ہے کیا

آج پھر میرے تخیل پہ جوانی آئی
"آج پھر یاد کوئی چوٹ پرانی آئی"
آج پھر چاند کے بن عید منانی ہوگی
آج پھر خواب میں مغموم کے رانی آئی
آج پھر تیرے تصور نے جھنجھوڑا مجھ کو
آج پھر یاد وہ بچپن کی کہانی آئی
آج پھر سے تری زلفوں کو ہوا آئی چھو کر
آج پھر سے مرے شعروں میں روانی آئی
آج پھر سے تری خوشبو مجھے محسوس ہوئی
آج پھر سے تری یادوں کی نشانی آئی
آج پھر سے مرے دل کے ہوئے نشتر گہرے
آج پھر سے ترے کوچے سے زبانی آئی
آج پھر سے ہوا محروم جو عاصیؔ تیرا
آج پھر سے وہ تری یاد دہانی آئی

کیا بتاؤں تجھے کیا سے کیا ہو گیا
تیری یادوں سے جب واسطہ ہو گیا

تیری آنکھوں سے پی کر غضب اے صنم
بار یابِ نظر بے وفا ہو گیا

سن کے یارانِ زر سے تری گفتگو
تجھ پہ نادیدہ دل جاں فدا ہو گیا

بعد مدت کے پھر آئنہ دیکھ کر
”زخم دل کا مرے خود ہرا ہو گیا“

راہ میں ایک دن جو نظر مل گئی
جب سے لگتا ہے کوئی نشہ ہو گیا

چھوڑ کر ایک تجھ کو بتاؤں میں کیا
جو بھی مانگا وہ مجھکو عطا ہو گیا

دیکھ عاصیؔ مجھے شوق سے خواب میں
اب مرا نیند تک راستہ ہو گیا

مشورہ ہے مرا احکام نہ رکھ
نام دستور کا اسلام نہ رکھ

ہوں گنہگار! تخیل میں صنم
اسقدر مجھ کو تو عظام نہ رکھ

اے شریفانِ جنوں رند نظر
ہے وفادار تو ہر گام نہ رکھ

کتنا مشکل ہے زمیں پر چلنا
دل میں تو عالمِ اجرام نہ رکھ

دارِ فرقت جو چڑھا آئی صدا
راحتِ قلب ہے اعدام! نہ رکھ

مانتا ہوں کہ خطاکار ہوں پر
"مجھ پہ ہر بات کا الزام نہ رکھ"

منتظم عاصیؔ کی درخواست ہے
ناتواں دوش پہ آلام نہ رکھ

اپنے ارمان سرِ عام نہ رکھ
"مجھ پہ ہر بات کا الزام نہ رکھ"

ہو گیا عشق تو زنبیل میں تُو
خواب پھر سے کوئی گلفام نہ رکھ

گر بھروسہ ہے خدا پر تجھ کو
رکھ توکّل! کوئی اَحشام نہ رکھ

نوچ کر زخم کو مکتوب تو لکھ
پاس اپنے کوئی اقلام نہ رکھ

کس کی دنیا ہوئی دوست! دل میں
عشق رکھ عشق کا انجام نہ رکھ

جانتا ہے؟ کر دے گی برباد تجھے
عشق کی راہ پہ اِقدام نہ رکھ

لوگ کہتے ہیں چھپا کر عاصیؔ
اپنے اشعار میں پیغام نہ رکھ

دھوکے سے، پہلے سر کو جدا کر دیا گیا
پھر اس کے بعد سر کو سجا کر دیا گیا

قدرت قدیر کی ہے کلامِ قدیر میں
"سوکھا شجر دعا سے ہرا کر دیا گیا"

جوتی اٹھا کے صاحبِ ثروت کی دی گئی
خیرات بھیک صدقہ گرا کر دیا گیا

میراث اور حق سبھی وارث سے چھین کر
اللہ کے نام پھر وہ ہبہ کر دیا گیا

گھر کو جلا کے قتل کیا اور یہ کہا
احسان قرض سارا ادا کر دیا گیا

موقع ملے کتابِ شریعت میں دیکھنا
کب کربلا کو کرب و بلا کر دیا گیا

دولت ملے تو عاصیؔ مصائب خرید لوں
سنتا ہوں غم سے غم کو شفا کر دیا گیا

بر سَرِ رند بلا نوش نہ میخانوں کے
سوختہ بخت عصیرات ہیں پیمانوں کے

میر و اقبال کے اور غالب و خسرو کے ہمہ
سر پہ اشعار نوشتہ ہیں کتب خانوں کے

اپنے اِفلاس سے مایوس جفا دیدہ دل
لا شعائی مُتَمنّا ہی رہے زندانوں کے

در ندورات سقایات نیابت شفقت
اب یہ عنوانِ اِفادات ہیں فرمانوں کے

مے مغانہ کے سوا ہاتھ لگائیں کیسے
ہم طلب گارِ عصیرات ہیں درمانوں کے

طاقِ دل واقِعتہً بار سے محفوظ رہا
شام نم دیدہ بصیرت سے مُہَر بانوں کے

دوشِ عصیانِ جہاں رعب زیاں سر عاصیؔ
داب و دستور مُیَسّر کُناں رندانوں کے

ہجر کی رات کو دن کو بھی گزارے گن کر
مطمئن ہو گئے کچھ لوگ ستارے گن کر

منتظر چاند کے ہم ہو گئے بے صبری کے ساتھ
صبح سے تیرے نظارے میں اشارے گن کر

کتنا مشکل ہے اٹھانا یہ سمجھتے ہیں صنم
ناز نکھرے ترے! شوخی ادا پارے گن کر

ہم نے لکھا ہے صنم دل کی سیاہی سے اسے
تم نے رکھے ہیں رسالے جو ہمارے گن کر

دن کے سب چین وسکوں راتوں کی پھر نیند صنم
ہم نے لوٹائے تمہارے ہی سہارے گن کر

وہ محبت کے طلب گار نہیں لائق ہی نہیں
تھک گئے ہیں جو محبت کے کنارے گن کر

اشک بستر میں بہائے ہیں بلک کر عاصیؔ
ہم نے آنکھوں سے ہماری وہ تمہارے گن کر

مل گئے ہیں نئے انداز پرانے مت ڈھونڈ
نسلِ نو کے لئے مٹی کے گھرانے مت ڈھونڈ

ایک دن تو یہی پہچان بنے گی تیری
اپنی تخلیق میں غالب کے ترانے مت ڈھونڈ

سیکھ دہقاں سے تو زرخیز زمیں کی وہ پرکھ
کون کہتا ہے تجھے دفن خزانے مت ڈھونڈ

جو میسر ہے تجھے اس میں غریبوں کو بھی دے
بچ گیا ہے تو چھپانے کے ٹھکانے مت ڈھونڈ

مسکراتا رہے ہر حال میں جوکر کی طرح
درد سینے میں دبا لے کبھی شانے مت ڈھونڈ

کب تلک جھوٹ کی چادر کا سہارا لے گا
"گر خطا کی ہے تو پھر مان، بہانے مت ڈھونڈ"

کچھ تو حصے ترے آئے گی مصیبت عاصیؔ
کر لے تسلیم! سدا وقت سہانے مت ڈھونڈ

درد سے چور ہو گیا ہو گا
دل زہے طور ہو گیا ہو گا

انتظارِ طبیبِ الفت میں
"زخم ناسور ہو گیا ہو گا"

لے کے دستار بیچنے نکلا
باپ مجبور ہو گیا ہو گا

دیکھ شہرت وہ حُسن کی اپنے
خوب مغرور ہو گیا ہو گا

یادِ دلدار کی ہواؤں سے
بار کافور ہو گیا ہو گا

دردِ دل کی خبر حریف مرا
سن کے مسرور ہو گیا ہو گا

تیری واعظ گلی سے گزرا ہے
وہ بھی مخطور ہو گیا ہو گا

بے مروت ہو بے خطر بے وفا
دل تو بے نور ہو گیا ہو گا
آج دیدار ہو گیا عاصیؔ
تُو، تو مخمور ہو گیا ہو گا

❀❀❀❀

ذوقِ حسرت سے اور شرافت سے
"ہم سے ملیے مگر نزاکت سے"
لے کے جانا ہو لے کے جاؤ دل
دور رکھنا مگر سیاست سے
اُن کو عاشق کہوں تو کیسے کہوں
ہٹ رہے ہیں جو استقامت سے
ورنہ رونا پڑے گا اک دن! اب
باز آجاؤ تم شرارت سے

یہ تکبر جدار ڈالے گا
تیری عزت اُتار ڈالے گا
بچ بھی جاؤں اگر قضا سے میں
"یہ ترا ہجر مار ڈالے گا"
جانتا ہوں میں تیری فطرت کو
کچھ نہ کچھ تو مُضار ڈالے گا
اک نہ اک دن عروضِ عالم میں
ظرف تیرا مدار ڈالے گا
تیرے دوشِ انا پہ کہتا ہوں
تیرا کرتوت بار ڈالے گا
یہ سمجھ لینا یار سچا ہے
عیب پر جب اُبار ڈالے گا
عزم کر خود سے لکھنے کا عاصیؔ
قافیہ خود بہار ڈالے گا

مـرا بھی اہلِ جنوں میں شمـار ہونے لگا
"وفا پہ مجھ کو بھی اب اعتبار ہونے لگا"
کہیں ملی جو مجھے ایک پل کی تنہـائی
میں چھپ چھپا کے وہیں اشکبار ہونے لگا
جو شام ڈھلتے ہی لی چاندنی نے انگڑائی
ترے خیـال سے سینہ فگار ہونے لگا
سنائی بزمِ شریفاں میں جب غزل، تیـرا
مثالِ حور سے چہـرہ مزار ہونے لگا
اے حُسن تیری شریعت کی جب لغت دیکھی
تو والہانہ دِوانہ شکار ہونے لگا
صنم دیار سے بے آبرو میں ہو کر جب
چلا خیال میں تیـرے ،کبار ہونے لگا
حریفِ عشق کی محنت کو دیکھ کر عاصیؔ
خود اپنے آپ میں مثلِ غبار ہونے لگا

مرا دل توڑ کر تجھ کو ندامت تو نہیں ہے نا
صنم میرے کوئی مجھ سے شکایت تو نہیں ہے نا
سرِ محفل جو اظہارِ محبت کر رہی ہو تم
مری جانِ جگر پھر سے شرارت تو نہیں ہے نا
میں یوں ہی پوچھ لیتا ہوں برا نہ ماننا ساقی
ترے سایے میں، مَیں پی لوں حماقت تو نہیں ہے نا
ملا ہے بعد مدت کے تری محفل کا پروانہ
بتاؤ گے کہیں پھر سے سیاست تو نہیں ہے نا
دیا ہے دل مجھے جو وہ بتادو بس مجھے اتنا
کہیں واپس نہ کل لے لو امانت تو نہیں ہے نا
کہیں پہلے سا پھر سے تو نہیں، قصہ کہا گڑھ کر
یہ سچا واقعہ ہے نا، حکایت تو نہیں ہے نا!
نہ پڑ جاؤں غلط فہمی میں اب احساس ہوتا ہے
تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ ظرافت تو نہیں ہے نا

یہاں فریاد سنتے ہیں؟ یہاں انصاف تو ہے نا!
مرا قانون اور میری عدالت تو نہیں ہے نا!
اگر عاصیؔ چھپاتا ہے جو زخموں کو برا کیا ہے
یہ عزت اور محبت ہے! بغاوت تو نہیں ہے نا

❁❁❁

جبریل امیں ایک قدم اور جہاں پر
آگے نہ گئے پہنچی ہے نعلین وہاں پر
دن رات کا محور اسی آواز پہ قائم
بودم ہو جو پابندی لگاتے ہو اذاں پر
رحمت ہے خدا کی مرے کنبے پہ کرم ہے
"ہے ذکرِ حسیں آپ ﷺ کا ہر اک کی زباں پر"

یہ جوانی ہی زندگانی ہے
تیری میری یہ بدگمانی ہے
غمِ فرقت سے سب نکل آؤ
"آج بزمِ سخن سہانی ہے"
چاک دل کو رفو کریں کیسے
ہر کسی کی یہی کہانی ہے
آبِ الفت کو لے کے جائیں وہ
آگِ نفرت جسے بجھانی ہے
آج بازارِ حُسن میں جا کر
بک بھی جاؤں تو کامرانی ہے
خوابِ فرقت اسے مجھے آئے
سوچ دونوں کی درمیانی ہے
روٹھ کر جو چلا گیا عاصیؔ
اس کو آواز کیوں لگانی ہے

اپنی تہذیب و تمدن سے سوا کرتے ہیں
اپنے دشمن کا بھی بے لوث بھلا کرتے ہیں
سب ریاکاری سے ہر گام بچا کرتے ہیں
”لوگ بہتر ہیں جو یہ کام کیا کرتے ہیں
ہم نے کل خود ہی اوڑھائی تھی تخیل کی ردا
ان کو جو خوں سے غزل روز لکھا کرتے ہیں
میرے احباب بتاتے ہیں مجھے مثل چراغ
پیٹھ پیچھے مری غیبت بھی کیا کرتے ہیں
روٹھ جانے کا سبب کیا ہے یہ جانِ نہ کوئی
پھر بھی عشاق سبھی فرض ادا کرتے ہیں
ہم نے دستور بنا رکھا ہے اپنے ہی در پہ
کچھ نہ ہوتا ہے تو ہم لوگ دعا کرتے ہیں
منتظم عاصیؔ ہے منظور یہ زندانِ الم
باندھ کر سر پہ کفن ہم تو وفا کرتے ہیں

فضا جب مسکراتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے
"یہ دنیا جب ستاتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے

کبھی تاریک میں روتے ہوئے بچے کو ماں کوئی
کہیں لوری سناتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے

خزاں کے پُر حزیں موسم شکستہ حال گلشن میں
جو کوئل گیت گاتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے

مئی اپریل کی گرمی مرے سر پر نہیں سایہ
سلگتی رت جلاتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے

شکاری دیکھ کر مرغی جو اپنے ننھے چوزوں کو
پروں میں جب چھپاتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے

اٹھا کر دور سے دانہ دبا کر چونچ میں! چڑیا
جوں بچے کو کھلاتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے

چمکتے آسماں پر، چودھویں کے چاند پر عاصیؔ
نظر جب میری جاتی ہے تو ماں کی یاد آتی ہے

مقامِ دستِ بلا! جا بجا تلاش کریں
"بقائے عشق کی خاطر وفا تلاش کریں"

یہ مشورہ ہے مرا زخم نوچ کر اپنے
سلگتے دل کی اسی میں شفا تلاش کریں

سنا ہے لوگ مصیبت میں کام آتے ہیں
چلو چلیں ذرا مشکل کشا تلاش کریں

فقیر پیر بھی درویش بھی یہ کہتے ہیں
فلک زمین میں ماں کی دعا تلاش کریں

اگر طلب ہے پکارے فراق کا موسم
تو سینا چیر کے نشتر ہرا تلاش کریں

جو چاہتے ہو ملے عشق کی تمہیں منزل
بقا کو چھوڑ کے آؤ فنا تلاش کریں

کوئی تو ہوگا ہمارا جہان میں عاصیؔ
تو باندھ رختِ سفر چل انا تلاش کریں

ہم بھی اردو ادب سمجھتے ہیں
تھوڑی بحرِ خبب سمجھتے ہیں

کہہ رہے ہیں مرے جنازے سے
"ہم بھی حدِّ ادب سمجھتے ہیں"

ایک تیرے سوا مرے ہمدم
میری باتوں کو سب سمجھتے ہیں

راہ میں بلبلا کے مر جائے
بھوک بچے کی تب سمجھتے ہیں

رب اسی کے سمجھ میں آتا ہے
باپ ماں کو جو رب سمجھتے ہیں

اک جھلک تیری دید ہو جائے
ہم اسی کو رجب سمجھتے ہیں

ہم بھی دیکھیں گے اب یہاں عاصیؔ
کتنے اردو ادب سمجھتے ہیں

ہر اک کو سہارا ضروری نہیں ہے

ملے گا کنارا ضروری نہیں ہے

وہاں تم کو آنا ضروری نہیں ہے

جہاں پر اجالا ضروری نہیں ہے

نتیجہ وفا کا ضروری نہیں ہے

لگے گا زمانہ ضروری نہیں ہے

شبستاں سے تیرے جو آیا وہ بولا

ملے سب کو صہبا ضروری نہیں ہے

لگا لینا تم بعد میں چاہے قہقہہ

ابھی مسکرانا ضروری نہیں ہے

مجھے کیا خبر تھی کہ کہہ دیں گے فوراً

تمہارا اشارہ ضروری نہیں ہے

بچھڑنے سے پہلے تم اتنا سمجھ لو

ملینگے دوبارہ ضروری نہیں ہے

ذرا دیر رک جاؤ تم اور جاناں
بجے روز بارہ ضروری نہیں ہے
پلاتا ہے ساقی تو چلّو سے پی لو
ہو ہاتھوں میں پیالہ ضروری نہیں ہے

❁❁❁❁❁

کرنا ہے کر دے تو انکار برائی کیا ہے
میں تو کرتا رہوں گا پیار برائی کیا ہے
مجھکو اتنا تو بتا دے کہ خفا کیوں کر ہے
ہوں اگر تیرا طرفدار برائی کیا ہے
داستاں تیرے دِوانے کی صنم میرے اگر
بولتے ہیں در و دیوار برائی کیا ہے
رخ سے پردے کو ہٹا لو کبھی مژگاں کی طرح
''دیکھ لوں ایک جھلک یار برائی کیا ہے''
یہ تو دستورِ محبت ہے کہ دیدار کریں
مانگتے حق ہیں جو حق دار برائی کیا ہے

ضروری تھا پہلے قلم اور کاغذ
مگر اب زیادہ ضروری نہیں ہے

کہیں تو سمجھ لو ہے خدمت کا صیغہ
ہر اک جا افادہ ضروری نہیں ہے

یہ مانا سخاوت کے پیکر ہو لیکن
سرِ عام دعویٰ ضروری نہیں ہے

انا کی ردا کو نہاں اپنی رکھو
"وفا میں دکھاوا ضروری نہیں ہے"

مجھے مل گیا ہے مقدر سے عاصیؔ
ملے سب کو وعدہ ضروری نہیں ہے

مقامِ عشق سے آگے کی آرزو کرنا
یہ مشغلہ ہے دِوانوں کا تُو عفو کرنا

زمانہ کہتا ہے جس کو بہار کا موسم
"کبھی ملے تو اسے میرے رو بہ رو کرنا"

مجھے عزیز ہے کارِ جنوں سلامت ہو
اٹھا کے بارِ الم تیری جستجو کرنا

یہی ہے آخری خواہش صنم دِوانے کی
ترے دیار میں قربان آرزو کرنا

یہ جان کر بھی صنم کشمکش میں رہتے ہو
تمہارے بس میں نہیں دل مرا قبُو کرنا

ہوا ہے شرف یہ حاصل مرے جنازے کو
تمہارے بہتے ہوئے اشک سے وضو کرنا

شبِ فراق میں عاصی کا مشغلہ ہے یہ
زبانِ تلخ کو اپنی لہو لہو کرنا

لہولہان ہوئی آرزو محبت کی
" بچا کے لائیں گے ہم آبرو محبت کی"

اسے پتا ہو بھلا کیسے ہجر کی لذت
جسے ملی نہیں چوکھٹ کبھو محبت کی

پکارتا ہے مچل کر مرا حبیب مجھے
ہو اسے کرتا ہوں جب گفتگو محبت کی

یہ ہو گیا ہے اسے کیا جگہ جگہ میری
سنا رہا ہے کہانی عدو محبت کی

میں ایسے لوگوں سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا
ہے جن کے واسطے باتیں حشو محبت کی

کبھی نہ کر سکے رسوا اسے خرد والے
وہ جن کے دل میں بسے آرزو محبت کی

گلے سے لگتا ہے اسکے بہار کا موسم
جسے بھی ملتی ہے عاصیؔ عفو محبت کی

مضطرب دل مرا بہلتا ہے
”رات میں چاند جب نکلتا ہے“

جب کوئی اہلِ عشق جلتا ہے
تب اسیرِ خرد اچھلتا ہے

تم تو عاشق مزاج لگتے ہو
ٹوٹ کر دل کہیں سنبھلتا ہے

ہجر کی سن کے داستانِ الم
موم جیسا حَجر پگھلتا ہے

قربِ محبوب وہ جگہ ہے جہاں
ضابطہ عشق کا بدلتا ہے

اوڑھ کر اب لحاف یادوں کا
دل نشیں، دل جلا، سنبھلتا ہے

تیری حرمت میں آج بھی عاصیؔ
اپنے شعروں میں خوں اگلتا ہے

شہر آرا ہے بہ نہیں کرتا؟
پیار تجھ سے بتا نہیں کرتا؟

بھول کر بھی بہار کا موسم
مجھ سے اب سامنا نہیں کرتا

تیری یادیں بھی مر گئیں ہوتی
زخم گر خود ہرا نہیں کرتا

بھول جائے جو ایک پل بھی! وہ
قرضِ فرقت ادا نہیں کرتا

اب تکبر دیارِ جاناں پر
کوئی شکوہ گلہ نہیں کرتا

درد انصاف مانگنے نکلا
کوئی کیوں فیصلہ نہیں کرتا

دل جلوں کو کوئی بتائے یہ
عشق میں دل جلا نہیں کرتا

عشق کے رنگ کے سوا لوگو
"رنگ کوئی وفا نہیں کرتا"

میں نے دیکھا طبیبِ اعظم بھی
دردِ دل کی دوا نہیں کرتا

اس کا کیسے بھلا ہو بتلاؤ
جو کسی کا بھلا نہیں کرتا

عاصیؔ اشعار میں صنم! تیرے
نام سے ابتدا نہیں کرتا؟

❀❀❀

بعد مدت کے بھی اقرار تماشہ کیا ہے
صرف اتنا ہی بتا دیں ابھی سوچا کیا ہے

خود سمجھ جاؤ گے دہلیز پہ رکھتے ہی قدم
دردِ فرقت کے سوا عشق میں رکھا کیا ہے

دیکھ کر شہر انا آپ ہیں مسرور بہت
چھوڑ کر دیرِ حزیں آپ نے دیکھا کیا ہے

ہر طرف ہر جگہ عیاں تو ہے
میں نہاں ہوں جہاں وہاں تو ہے
آئے کیسے کوئی قریب مرے
ہر مصیبت کے درمیاں تو ہے
کیا ہوا یار! خیریت ہے نا؟
”مجھ پہ کیوں اتنا مہرباں تو ہے“
مجھ کو احساس ہو رہا ہے یہی
درد و غم، بارِ کارواں تو ہے
میری دھڑکن میں میری سانسوں میں
میری رگ رگ میں بس رواں تو ہے
اور کوئی نہیں ہے دل میں مرے
میرے محبوب بس تُو ہاں تو ہے
دارِ الفت پہ عاصیؔ لکھا ہے
ناتواں میں ہوں، ناتواں تو ہے

میں ہوں اسیرِ درد زمانے کے بعد بھی
"آتی ہے تیری یاد بھلانے کے بعد بھی"

پردہ وفا کا گر نہ ہو دہلیز پر صنم
چھپتا نہیں ہے عشق چھپانے کے بعد بھی

ہے مرثیہ جناب زبانِ حریف پر
سُن داستانِ ہجر! ستانے کے بعد بھی

حالات کوئی راستہ بتلائے گا مجھے
روٹھا ہے میرا یار منانے کے بعد بھی

شاید ابھی بھی درد و الم سے قریب ہیں
آنسو ٹپک رہے ہیں ہنسانے کے بعد بھی

روشن ہوا نہیں کبھی کچھ پل کے داغ سے
تاریکِ دل چراغ جلانے کے بعد بھی

ظاہر ہوا نہ چہرے سے احساسِ غم ذرا
عاصیؔ فراقِ ہجر سنانے کے بعد بھی

گر ٹھیس کوئی پہنچی ہو فریاد کئے جا
"اے گردشِ ایام کچھ ارشاد کئے جا"
مدت سے رہے ساتھ مگر وقتِ جدائی
"اے گردشِ ایام کچھ ارشاد کئے جا"
ناساز سماعت مری بے چین بہت ہے
"اے گردشِ ایام کچھ ارشاد کئے جا"
اسلاف کے کردار سے دل جاں ہو معطر
"اے گردشِ ایام کچھ ارشاد کئے جا"
غدارِ وطن سے ہے مجھے آنکھ ملانا
"اے گردشِ ایام کچھ ارشاد کئے جا"
مشکور رہوں ممنون ہوں احسان ہے تیرا
"اے گردشِ ایام کچھ ارشاد کئے جا"
بے خوف وخطر عاصیؔ ہے انجامِ جہاں سے
"اے گردشِ ایام کچھ ارشاد کئے جا"

مغموم سسکتا رہا من اور کسی کا
سرشارِ شبِ ہجر کفن اور کسی کا

امید کسی اور کی دہلیزِ وفا پر
سر دیکھ رہے سب ہی نمن اور کسی کا

خاموش وہ اک کونے میں جا کر کے کھڑے تھے
معلوم تھا چلتا ہے دہن اور کسی کا

الفاظ بتاتے ہیں یہ اشعار کے تیرے
"فن اور کسی کا ہے سخن اور کسی کا"

لگتا ہے کہ پھر توڑ کے آئے ہو کوئی دل
آتا ہے نظر رخ پہ شکن اور کسی کا

ساقی ترے میخانے کا دستور الگ اب
ہے بنتِ عنَب میں مرے ہَن اور کسی کا

عاصیؔ یہ سرِ بام اتر دیکھ رہا ہے
پندارِ نظر چاند چمن اور کسی کا

محفوظ مسجدیں نہ مزارات ملک کے
"نفرت کی نذر ہو گئے حالات ملک کے"

مظلوم مانگنے کہاں انصاف جائیں گے
ظالم کے حق میں جب ہیں اِدارات ملک کے

ہر چیز بیچ ڈالی غریبوں سے چھین کر
ویران ہو گئے ہیں مضافات ملک کے

ہر چیز اب ہے صاحب ثروت کے واسطے
حصے ہمارے آئے حوالات ملک کے

کل تک جو تخت و تاج کے مالک تھے آج وہ
خاموش ایسے جیسے جمادات ملک کے

آزاد ہو سکے نہ ابھی تک کٹا کے سر
انگریز کو بھگا کے عصیرات ملک کے

فرقہ پرست جب سے حکومت میں آ گئے
آپس میں بٹ گئے ہیں نباتات ملک کے

مسلم، عیسائی، ہندو، دلت، سکھ سبھی سے ہے
بھارت کی آن بان! عجابات ملک کے
عاصیؔ اسیرِ غم ہے کہ نسلیں کہے گی کیا
کیسے بلند ہونگے یہ طبقات ملک کے

❁❁

پیغامِ سرِ عام کے نفرام ہی ہیں
"ہر کام کے انجام میں ناکام ہی ہیں"
بیزار جو فرقت کے تلاطم سے ہوئے تھے
ناکام وہ الـمام کے پیغام ہی ہیں

❁❁

کیا بات ہوگئی ہے کہ کاذب پھسل گیا
بس آنکھ ہی لگی تھی کہ زمانہ بدل گیا
منزل مری غریب ہے آئے گا ساتھ کون
گھر سے یہی میں سوچ کے تنہا نکل گیا

قیدِ عشقِ زار سے یہ دل مرا معذور ہے
''آپ کا ہر فیصلہ ہر حکم اب منظور ہے''
آپ کی اس بے رخی سے کیا بتاؤں آپ کو
دل شکستہ حال میرا کس قدر رنجور ہے
پوچھتے ہو ہم سے کیوں سب جانتے ہیں کو بکو
آپ کا دربارِ بخشش دور تک مشہور ہے
آپ کی شوخی ادا سے شیخ بھی قائل ہوئے
مقتضائے حالِ دل ناچیز کا معمور ہے
منتظر ہے آپ کے دل مختصر احسان کا
بس طمع ہے دید کی حسرت کافور ہے
بادہ خواری پارسائی میکدے کو چھوڑ کر
آپ کے شہرِ زُعم کا بن گیا دستور ہے
رکھ نہ پایا آپ کی شانِ نزاکت کا لحاظ
منتظرِ عاصیؔ نشانِ محترم محذور ہے

فن ہنر اور نہ مشغلہ کوئی
''کام آیا نہ تجربہ کوئی''

عشق کی راہ پر نظر آیا
مدتوں بعد قافلہ کوئی

ناز ہے حُسن پر جسے اپنے
اس کو دکھلائے آئینہ کوئی

میری قسمت میں ہی نہیں شاید
عشق کر دے مجھے ہبہ کوئی

اس قدر بارہا جفاؤں کا
کوئی شکوہ نہ ہے گلہ کوئی

پیار میں دوستی میں یاد رکھیں
ہے معافی نہ شکریہ کوئی

نام عاصیؔ نے لے لیا تیرا
مل ہی جائے گا قافیہ کوئی

جو دیا ہے آپ نے مجھ کو صلہ اچھا لگا
توڑ کر دل مسکرانا مشغلہ اچھا لگا

عشق میں باریابی دیکھ کر تیری صنم
زخم کھا کر دل شگفتہ حوصلہ اچھا لگا

جو محبت سے رواں تھا زخم کے اندر لہو
نوچ کر ہاتھوں سے اپنے سلسلہ اچھا لگا

اضطرابِ قلب پر تیری کسوٹی دیکھ کر
درمیانِ عشق نفرت فاصلہ اچھا لگا

جان پر بن آگئی تھی ایک پل کی بے رخی
روٹھ کر کرنا شکایت مسئلہ اچھا لگا

سر نیازِ ہجر پا کر ہو گئے مخمور جب
''دو دلوں کے درمیاں یہ فاصلہ اچھا لگا''

سَرب عاصیؔ دارِ الفت کا نشاں منظور ہے
داغِ چھل سے خوب تر یہ آبلہ اچھا لگا

جب کسی راہ سے گزرتے ہیں
''ہر کسی کو سلام کرتے ہیں''
ہم لگاتے ہیں نعرۂ تکبیر
جب بھی میدان میں اترتے ہیں
بدر سے کربلا تلک دیکھیں
جان دینے سے کون ڈرتے ہیں
عِجز گُستر مزاج ہو جس کا
آئینے میں اسی سنورتے ہیں
آرزو خواہشوں کے لشکر میں
ٹوٹ کر روز ہم بکھرتے ہیں
رات اشکوں سے تر گزرتی ہے
زخم ہر دن نئے ابھرتے ہیں
جو بھی عاشق مزاج ہیں عاصیؔ
چوٹ کھاتے ہیں اور نکھرتے ہیں

سو حد ہو گئی ہے سماں رو رہا ہے
مرا ظُہر دل کا مکاں رو رہا ہے
گُھر لگ رہا ہے مرے حالِ دل کا
وصالِ صلہ کارواں رو رہا ہے
سرِ عام آ کر وہ دارِ الم سے
کہا کے ہمارا گماں رو رہا ہے
اماں کے لئے عارِ حاصل ہوا گھر
مُہارِ سرِ حد مکاں رو رہا ہے
لکھا حکم سارا ہے حاکم سے لوگو
راسرِ دِمہری رواں رو رہا ہے
ہوا ہے ہمارا کلامِ معلّم
محل حوصلہ ہر کہاں رو رہا ہے
ملی ہے وراکس کِسا سے اے عاصیؔ
لا اِسْمَ لَہٗ گُل ہُوں آں رو رہا ہے

دور جا کر وصال بخشے گا
یار تیرا زوال بخشے گا

حرف پردے میں جب تلک ہوگا
شاعری کو کمال بخشے گا

ہر طرف روشنی پکارے گی
عشق ایسا جمال بخشے گا

جانتا ہوں تجھے پتا ہوگا
ظرف تیرا ملال بخشے گا

کب تلک ساتھ وہ نبھائے گی
کب تلک دل خیال بخشے گا

یاد آئے گی باتیں سب میری
دیکھنا جب ملال بخشے گا

دیکھ عاصیؔ پلٹ کے بچپن کو
پھر وہی کچھ سوال بخشے گا

آپ ہونٹوں کو جب ہلائے ہو
گل کوئی جیسے مسکرائے ہو

ناز کرتی ہیں باغ کی کلیاں
جب سے گلشن میں آپ آئے ہو

گل سے چہرے پہ جیسے تل کوئی
پھول زلفوں میں جو سجائے ہو

ہو رہے فیضیاب اہلِ جنوں
جب سے کنگن کو کھنکھنائے ہو

دار پر چڑھنے کو ہوئے تیار
جب خبر یہ سنی تم آئے ہو

دور تک جا کے دیکھا یہ ہم نے
آپ ہر ایک دل میں چھائے ہو

آپ کو کیا خبر ہے عاصیؔ کی
نیند چین وسکوں چرائے ہو

گوشۂ دل سے سنو بولتی ہے زندگی
"زندگی ہے روشنی روشنی ہے زندگی"
دیکھ لے آ کر صنم اک نظر اک بار بس
راہ اب تیری مری دیکھتی ہے زندگی
بس بتائے گا یہی ہر گھڑی یہ دیکھنا
رند سے جو پوچھئے مے کشی ہے زندگی
ایک پل بھی شہر میں تنہا چھوڑا ہی نہیں
یار کی میرے تو بس دوستی ہے زندگی
کچھ تو بولو اب ذرا کچھ لکھو تو اب سہی
جا کے اب کس طرف کیا سوچتی ہے زندگی
غور سے دیکھو ذرا آئے گی تم کو نظر
انتہائے عشق تک عاجزی ہے زندگی
دارِ فانی میں تو موجود عاصیؔ کچھ نہیں
گر جہاں میں کچھ ملا بس یہی ہے زندگی

ضعیف ماں کا جو دل باپ کا دکھا دے گا
اسے بتاؤ خدا خلد میں جگہ دے گا

ہجومِ ہم نواؤں میں مرے جناب سے مجھے
ہے کوئی ایسا محبت کی جو دعا دے گا

میں جانتا ہوں کہ وہ بھی سنبھل نہ پائے گا
کہیں پہ چپ کے سے آنسو کبھی بہا دے گا

وفائیں میرے ستائے گی دیکھنا اس کو
وہ دور جا کے پلٹ کر مجھے صدا دے گا

مجھے پتا ہے کہ ناراض ہے مگر پھر بھی
نظر ملے گی مرا یار مسکرا دے گا

میں جانتا ہوں حمایت میں کون بولے گا
مرے خلاف یہاں کون فیصلہ دے گا

تو رہ سکے گا جدا اب نہ ایک پل عاصیؔ
نیازِ عشق کا تجھ کو وہ جب پتا دے گا

کوئی نہیں ہے جو اس پر تجھے صلہ دے گا
''ترے کرم کا بدل بس تجھے خدا دے گا''

تمام اہلِ خرد فیضیاب ہونگے! خدا
مرے اندھیرے مقدر پہ جب ضیا دے گا

ہے کون ایسا جہاں میں غریب بچوں کو
جو اپنے سر سے ہٹا کر اُنہیں رِدا دے گا

تلاش کرتا ہے اب تک مثالِ یار جہاں
سنائی تم کو کہاں لفظ وہ ہَما دے گا

عروض شعر و سخن کے دیار میں آیا
مرا وجود کہاں اب مجھے رضا دے گا

عروج شغل کو میرے ترے خیال سے ہے
کِنایَتاً قُدَما رازِ اِرتقا دے گا

سنبھل سنبھل کے قدم رکھنا دیکھ کر عاصیؔ
بنا خطا کے زمانہ تجھے سزا دے گا

چلتے ہیں کہ دن نکل رہا ہے
مغمومِ صفر زحل رہا ہے
فردوسِ بریں تلاش میں ہے
ارمانِ ثنا مچل رہا ہے
اظہارِ ہبہ ترے قناعت
منظورِ خدا نکل رہا ہے
جمرات وہ ہجر کے برابر
میقات میں معتدل رہا ہے
درکار مجھے تری فراست
موجود نہار چل رہا ہے
اچھا ہے کوئی تو ہے زمیں پر
محرومِ زماں ازل رہا ہے
آنکھیں تری لگ رہی قیامت
جذباتِ وجود شل رہا ہے

تاریک شبِ فراق روشن
اور صبحِ شناس ڈھل رہا ہے
بتلائے کوئی مجھے بھی اب تو
کیسے یہ حجر پگھل رہا ہے
کردار سے آئے گی اے عاصیؔ
خوشبو حدِ مُنتقَل رہا ہے

❀

سڑکوں پہ بیٹھ جاتے ہیں چپّل کے بھروسے
ہم لوگ کرسیوں کی تمنا نہیں کرتے

❀❀❀

مفلسی دوڑ کے روٹھوں کو منا لیتی ہے
تنگ سے تنگ مگر رشتہ نبھا لیتی ہے
قدر رشتوں کی نہ جذبات کے احساس انھیں
یہ امیری تو عجب اوڑھ انا لیتی ہے

ہر وقت جو مُبتذَل رہا ہے
دشمن مرا ہاتھ مل رہا ہے

خادم ہے ادب کا جانِ اردو
مخدومِ ادب سے قَل رہا ہے

مہتاب سے دوستی جو کر لی
اب آنکھ میں شمس کھل رہا ہے

مسکان لبوں پہ آ گئی ہے
پھر اشک کیوں نکل رہا ہے

سب چھوڑ کے جا رہے ہیں لیکن
دل تیرے لئے مچل رہا ہے

شبنم ترے لب کو چھو کے بولی
"بارش میں گلاب جل رہا ہے"

محفل کا سکوت توڑ عاصیؔ
بتلا دے کہ لکھ غزل رہا ہے

شاباش کہ تو سنبھل رہا ہے
منزل سے سوا نکل رہا ہے
سب خواب ہی دیکھتے رہیں گے
تقدیر سے دور حل رہا ہے
مشکل سے یہ مشکلات ہوگی
میزان اتھل پتھل رہا ہے
اوسان خطا ہوئے ہیں سب کے
اوزان پرے عمل رہا ہے
جب بات ہی مختصر ہے تو پھر
غصہ کیوں کر ابل رہا ہے
آثار قدم قدم پہ تیرا
رہبر سرِ مستدل رہا ہے
آکاش بدل رہے ہیں سب تو
اخلاص ہی مشتغل رہا ہے

کیسے ہو گی نسل نو کی ضیافت
ہر کوئی زباں بدل رہا ہے
انجام کی فکر کس کو ہو گی
جب کام سبھی کا چل رہا ہے
عاصیؔ سرِ بزم کیا کہے گا
تنہائی میں جب خلل رہا ہے

❀❀❀

دانتوں تلے دبالے وہ انگلی کمال کر
دشمن کو اپنے خوب تو آنا سپال کر
لکھا جو تیرا نام تو کہنے لگے یہ لوگ
''کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کر''
محفل منافقین سے دیکھو بھری ہے آج
کہنا ہے جو بھی آپ کو کہنا سنبھال کر

گر گر کے وہ خود سنبھل رہا ہے
نادان جو آج کل رہا ہے
بارات چلی گئی مگر تو
تنہا ہی کیوں اچھل رہا ہے
مہمان جو آرہے ہیں میرے
پکوان کا کام چل رہا ہے
غالب ہے ہواؤں پر سلامت
ہمت سے چراغ جل رہا ہے
سورج کی کرن بتا رہی ہے
کیچڑ سے کنول نکل رہا ہے
ترنم سے جناب آج کل بس
شعراء کا نظام چل رہا ہے
محسوس بہار کا موسم
اب پیارزیاں خلل رہا ہے

رخسارِ انا پہ بوند جیسے
''بارش میں گلاب جل رہا ہے''
اب چھوڑ شکایتوں کو عاصیؔ
ارباب اگر بدل رہا ہے

❁

خوشیوں، غموں کو تول کے دیکھا پتا چلا
''کوئی چیز حسبِ ضرورت نہی ملی''

❁❁❁

افواہ زمانے میں جو پھیلائی گئی ہے
''سچائی ہے کچھ اور خبر اور ہی کچھ ہے''
معمولِ سیاست میں یہ بدلاؤ ہے کیسا
لگتا ہے کہ دستارِ اثر اور ہی کچھ ہے
حالات بتاتے ہیں ترے شہر کے افسوس
دستور ہے کچھ اور نظر اور ہی کچھ ہے

یار میرے عشق کے چار سو حصار کر
چھوڑ کر تو شکوے سارے گلے کو پیار کر

تیرگی ہے یار جب روشنی ہو گی یہیں
چند لمحے بار کے اور تو شمار کر

آپ کی سماعتوں پر اثر نہیں ہوا
"تھک گئی مری زباں آپ کو پکار کر"

آرزو ذرا سی ہے کچھ وفا کے اب عوض
سامنے مرے ترا چاند سا عذار کر

ناتواں حیات کو بخش دے جِلا یا پھر
چاک کر سکوت کو اور پیشِ دار کر

ہے عیاں عذار پر سب جفاؤں کے نشاں
آئنے کو روبرو ایک بار یار کر

بار بار منتظمؔ تو دیارِ یار میں
التجائیں کر صدائیں لگا گُہار کر

بن کے حافظ اگر پسر جائیں
ساتھ جنت میں ماں پدر جائیں

لکھ دیا نام تیرا کاغذ پر
سوچ کر قافیے نکھر جائیں

داستاں عشق کی اگر سن لیں
اشک آنکھوں میں سب کی بھر جائیں

کچھ مٹھائی کھلونے لے لینا
لوٹ کر اپنے جب بھی گھر جائیں

سرفروشی کی آرزو ہے اگر
لے کے دستار اور سر جائیں

چاہتے ہیں دِوانے، ہم، تیری
جھیل سی آنکھ میں اتر جائیں

ایک تو ہی سہارا جینے کا
چھوڑ کر تیرا در کدھر جائیں

شوقِ دیدار ہے دمِ آخر
''ہم اسی شوق میں نہ مر جائیں''
صاف کردارِ عشق ہو عاصیؔ
آئنہ جان کر سنور جائیں

❀

ہم سے جب وہ کلام کرتے ہیں
کسقدر احترام کرتے ہیں

❀❀❀

جس کو خواہش ہے شبِ ہجر کے منظر دیکھے
''اک نظر آکے مری آنکھ کے اندر دیکھے''
روح تھرّا گئی دل چیخ پڑا سانسیں رکیں
جسدِ عشاق پہ جب ہجر کے نشتر دیکھے
جس کو بھاتی نہیں صورت مری اک پل عاصی
چل کے کچھ دور مجھے خود وہ پلٹ کر دیکھے

کون اب راز دار ہوتا ہے
کون اب پاس دار ہوتا ہے
کون رکھتا ہے عیب پر نظریں
کون اب شرم سار ہوتا ہے
کون عزت پہ جاں لٹاتا ہے
کون اب باوقار ہوتا ہے
کون کرتا ہے مال و زر صدقہ
کون اب جاں نثار ہوتا ہے
کون اخلاص سے ملے سب سے
کون اب خوش عذار ہوتا ہے
کون آئے گا روبرو میرے
کون اب داغ دار ہوتا ہے
عشق کی انتہا پہ پہنچا وہ
جو طلبگارِ دار ہوتا ہے

جب بھی تم پاس میرے ہوتے ہو
"حادثہ بار بار ہوتا ہے"
کون چنتا ہے فقر کو عاصیؔ
کون اب زر شعار ہوتا ہے

اک غضب زخمِ عنایت نے بھی ڈھا رکھا ہے
شور اک تیرے تخیل نے مچا رکھا ہے
تیری یادوں کے اجالے رہے قائم! میں نے
اب تلک نوچ کے زخموں کو ہرا رکھا ہے
راہ پر آنکھ تو دل ہاتھ میں، سر، جانِ جگر
دارِ الفت پہ دِوانوں نے سجا رکھا ہے
تو ہمیں مان کہ نہ مان مگر یہ سچ ہے
"ہم نے لوگوں کو تجھے اپنا بتا رکھا ہے"

پھر سے بزمِ انا سجی ہوگی
"سب کے ہونٹوں پہ خاموشی ہوگی"

شرف بخشے گا کب شہادت کا
کب یہ مقبول بندگی ہوگی

سن کے آہٹ مچل رہا ہے تو
وہ نہیں کوئی دوسری ہوگی

بھیڑ، تنہائی میں تری آنکھیں
مجھ کو شب روز ڈھونڈتی ہوگی

ساتھ قرطاس اور قلم کے اب
نام یہ آخری صدی ہوگی

آپ آئیں گے گر مرے گھر تو
تب کہیں جا کے روشنی ہوگی

تیرے آنے سے جان گلشن میں
پھر سے کوئی کلی کھلی ہوگی

کر کے وعدہ نہیں نبھائی تو
جانے دے بھول وہ گئی ہو گی
لا اِلٰہَ کی آبرو کے لئے
گردنیں کتنی کٹ گئی ہو گی

❀

بتا دے اب ذرا مجھ کو یہ کیسا دلاسہ ہے
''سمندر سی تری آنکھیں مرا دل بھی تو پیاسا ہے''

❀❀❀

دہلیزِ یار جیسا نظارہ نہیں ملا
اک بار جو ملا وہ دوبارہ نہیں ملا
تقدیر کی کتاب میں کرتے رہے تلاش
''ہم سے کسی کے بخت کا تارا نہیں ملا''
پھرتا رہا تا عمر تلاشِ سکوت میں
لیکن سوائے غم کے سہارا نہیں ملا

دیر لگتی نہیں دشمنی کے لئے
"دیر تک سوچئے دوستی کے لئے"

چھوڑ کر تیری آنکھوں کے ساغر بھلا
جائیں گے ہم کہاں مے کشی کے لئے

ظلم و نفرت سے پُر ہو گئی ہے فضا
جینا دشوار ہے آدمی کے لئے

پیٹ بھرتے تھے جو اپنی محنت سے وہ
آج مجبور ہیں خودکشی کے لئے

منتظر تھا ترا آخری سانس تک
دل دھڑکتا رہا زندگی کے لئے

عمر بھر خاک چھانی مگر بے وفا
مل سکی نہ دوا بے بسی کے لئے

جب بھی گذرا میں تیری گلی سے صنم
قافیہ مل گیا شاعری کے لئے

تیرا گلشن میں آنا تجھے کیا پتا
ایک اعزاز ہے ہر کلی کے لئے
چند لمحوں میں لگتا ہے جیسے کہ ہو
فاصلہ اک صدی کا صدی کے لئے
رقص کرتے ہیں سب کچھ لٹا کر جنوں
دل نشیں جاں فدا اک ہنسی کے لئے
دیکھ عاصیؔ تصوف کی دہلیز پر
زندگی وقف کی عاجزی کے لئے

❀

مطلب جو تمہارا تھا اگر جان گئے ہم
''تم یہ نہ سمجھنا کہ برا مان گئے ہم''

❀

زنبیل میں مری نہیں کچھ اور اب صنم
''میں ہوں ترا خیال ہے اور چاند رات ہے''

ہے گذارش مری حکومت سے
باز آئے غلیظ فطرت سے
پیار سے عشق سے محبت سے
ڈر لگنے لگا شرافت سے
کاش وہ بھی مری طرح سوچے
دور رہتا ہے جو سخاوت سے
کامیابی قدم کو چومے گی
تیرے! ماں باپ کی اطاعت سے
سر سے پا تک ہے سب سلامت! پھر
"کیوں ہے مایوس رب کی رحمت سے"
چار جانب فساد برپا ہے
مذہبی ہند میں سیاست سے
کتنا شرمندہ آج بھارت ہے
مودی تیری تمام حرکت سے

جان جائے گا راز الفت کا
ہوگا وابستہ جب حقیقت سے
آرزو ہے تمنا ہے عاصیؔ
تیری، بس تیری ایک مدت سے

دردو غم دکھ کبھی بلا دے گا
بے وفا اور تجھ کو کیا دے گا
کب لگائے گا زخم پر مرہم
کب تلک غم کو آسرا دے گا
بھول جا بے وفا کے وعدوں کو
"کب تلک خود کو تو سزا دے گا"
ہوش باقی نہیں رہیں گے پھر
عشق جب عشق کی ہوا دے گا
جب ملاقات ہوگی مجنوں سے
وہ تجھے عشق کی دعا دے گا
قرب ساقی کے تو اگر بیٹھا
جام آنکھوں سے ہی پلا دے گا
گر طلب روشنی کی ہو عاصی
گھر دِوانہ یہ خود جلا دے گا

کوئی عالم میں تجھ کو کیا دے گا
جو بھی دے گا وہ بس خدا دے گا

مانگنے والے سے التجا مت کر
دینے والا ہی دیکھنا دے گا

لوگ احساں جتائیں گے دے کر
جب وہ دے گا صمد جدا دے گا

لا شریک لہٗ معید بھی ہے
ایک لے گا تو دوسرا دے گا

یہ حقیقت ہے حوصلہ قوت
جب مصائب ہو کبریا دے گا

گڑ گڑا کر میں توبہ کر لوں تو
بخش میری سبھی خطا دے گا

کر لے توبہ گناہوں سے عاصیؔ
"کب تلک خود کو تو سزا دے گا"

ترے دیار کے ذروں کی آرزو کرلوں
میں خود کو خود سے ہی خود یار روبرو کرلوں

دلوں میں چھل کا اندھیرا ہے روشنی کے لئے
میں چاہتا ہوں کہ سورج سے گفتگو کرلوں

جنوں سا ذوق ہے پنہاں مرے جنون میں اب
تری گلی میں صنم پا لہو لہو کرلوں

مرا مزاج یہ رندانہ کہہ رہا ہے مجھے
تری نگاہِ انا کو ہی میں سُبُو کر لوں

مجھے لگے ہے ضروری جدا رسے پہلے
حریمِ ناز انا کو تری قبُو کر لوں

فصیل دل پہ ترا نام لکھ لیا میں نے
لکھا مٹا کے مَیں قرطاس پر وہ تُو کرلوں

جو تیرے وصل میں بہتے ہیں چشم سے! عاصیؔ
صدا ہے دل کی کہ اشکوں سے میں وضو کرلوں

یہ اشکوں سے بھرا قلزم مجھے اچھا نہیں لگتا
جدائی کا حزیں موسم مجھے اچھا نہیں لگتا

یہی معراجِ الفت ہے یہی اعزاز ہے میرا
شبِ ہجرت کروں ماتم مجھے اچھا نہیں لگتا

یہ مانا خوب ہے اشعار میعاری مگر سن لو
مری تعریف ہو تاہم مجھے اچھا نہیں لگتا

وطن کے دشمنوں چھوڑو سیاست کرم و مذہب کی
کوئی جھگڑا کرے باہم مجھے اچھا نہیں لگتا

ضرورت ہی نہیں کوئی کسی کی عیب جوئی کی
ترا اظہارِ شرِ پیہم مجھے اچھا نہیں لگتا

کھلی زلفیں بے پردہ رخ شرارت سے بھری آنکھیں
تمہاری بزم کا عالم مجھے اچھا نہیں لگتا

خدا محتاج مت رکھنا! تری شانِ عنایت کے
کسی دہلیز پر سر خم مجھے اچھا نہیں لگتا

تمہارے غم سبھی زنبیل میں میری خدا بھر دے
"تمہاری آنکھ ہو پُرنم مجھے اچھا نہیں لگتا"
مرے گھر کی دیواروں پر ترنگے کے سوا عاصیؔ
ہو کوئی اور بھی پرچم مجھے اچھا نہیں لگتا

❀❀

خواب سب ادھورا ہے ہر خوشی ادھوری ہے
"آپ کے بنا میری زندگی ادھوری ہے"

❀❀

جیسے جیسے دوستوں بیٹا جواں ہونے لگا
''زندگی کا فلسفہ کھل کر عیاں ہونے لگا''
میرا دشمن قرب جب نوحہ کناں ہونے لگا
تب تخیل میرا مَغلُوبِ گُماں ہونے لگا
باندھ کر گٹھری میں مدفن کر دیا انصاف کو
فیصلہ مذہب کے جب جب درمیاں ہونے لگا

ارمانِ محبت میں میں نے دن ہے گذارا
مسرور نگاہوں کا سمجھتا ہوں اشارہ
مل جاتا ہے لہروں سے سخن کو بھی کنارا
ہوتا ہے کبھی شعر مرا مثل دیارا
میدانِ محبت میں کھڑا سوچ رہا ہوں
کس نے لی مری جان ہے کس نے مجھے مارا
اردو کے دوانوں کو ایموجی سے کیا مطلب
احساس عبارت میں نظر آئے ہمارا
بازی تھی لگی دل کی بچانی تھی تری شان
''میں ہار گیا جنگ مگر دل نہیں ہارا''

جدّت نے کیا مذاق کیا آدمی کے ساتھ
خود کا وجود مٹ گیا خود، خودسَری کے ساتھ

اہلِ کمال جتنے ہیں سب چن لئے گئے
”کیجے مجھے قبول مری ہر کمی کے ساتھ“

ان کی حیات درد سے غم سے بھری ہے جو
ملتے ہیں مسکراتے ہوئے ہر کسی کے ساتھ

کتنے سکوت توڑ کے خود، دار چڑھ گئے
بیٹھے ہو تم ابھی بھی وہی خامشی کے ساتھ

باقی رہی کہانی سنانے کے واسطے
سارا سکوں چلا گیا گذری صدی کے ساتھ

بھونروں کی بے رخی سے چمن کا یہ حال ہے
کلیاں چٹک رہیں ہیں مگر بے کلی کے ساتھ

فطرت کا بادشاہ ہے وہ منتظمؔ عاصیؔ
رکھتا ہے جو سلوکِ اماں ہر کسی کے ساتھ

فحاشی دور میں ہوتے خیانت کا
تماشہ دیکھتی دنیا محبت کا
ردائیں چھین کر مظلوم عورت کی
اٹھائے فائدہ کیسے ضرورت کا
رہے خوش صاحب ثروت اسی خاطر
کیا تبدیل تو نے معنی عزت کا
سرِ محفل میں دل کی بات کہدوں گا
ملے موقع اگر تیری شکایت کا
تری جھوٹی حیا داری عیاں ہو گی
اٹھا دوں گا میں پردہ جب شرافت کا
سبھی کے ہاتھ سے چھوٹے قلم کاغذ
ہنر باقی کہاں ہے اب کتابت کا
نظارہ کر رہا ہے اب جہاں عاصیؔ
تری جرات تری ہمت جسارت کا

میدانِ محبت میں کوئی بر نہیں دیکھا
"آنکھوں میں رہا دل میں اتر کر نہیں دیکھا"

بستی میں دوانوں کی کئی بار گیا ہوں
دیوار تو دیکھی ہے مگر در نہیں دیکھا

آداب بجا لاتے ہیں میخانے میں ایسا
ساقی سے کبھی رند کو بڑھ کر نہیں دیکھا

حالات بتاؤ گے مجھے شہرِ جنوں کا
مدت ہوئی آنکھوں نے برابر نہیں دیکھا

محبوب کی آنکھوں سے چھلک جاتی ہے جتنی
میخانے میں اتنی بھی میسر نہیں دیکھا

قربان جو ہو جائے محبت کی گزر پر
میں نے تو حسینوں کا کبھی سر نہیں دیکھا

برسات کے موسم کی کہانی سنی ہو گی
ان آنکھوں نے ایسا کبھی منظر نہیں دیکھا

باقی جہانِ فانی میں وہ بھی کہاں رہے
"بن کر زمین پر جو کبھی آسماں رہے"
محتاج چار کاندھوں کے وہ بھی ہوئے کبھی
تا زندگی جو لوگ یہاں خسرواں رہے
جن کے ستون پیار! اخوت فصیل تھی
شہرِ اماں میں اب کہاں ایسے مکاں رہے
تکلیف چاہے جتنی ہو میں جھیل جاؤں گا
وقتِ نزاع پاس مرے میری ماں رہے
ظالم پلید سر پھرے ان حکمران کی
محفوظ سازشوں سے یہ ہندوستاں رہے
ظاہر جو ہو گیا تو رکھے گا عزیز کون
اچھا ہو! عیب سارے تمہارے نہاں رہے
کرتا رہا تلاش تو عاصیؔ تمام عمر
ایسی جگہ جہاں پہ کوئی قدرداں رہے

اللہ مسکراتی سدا بیٹیاں رہے
دامن میں خوشیوں کی بھری بس کہکشاں رہے
بچہ نہ بھوکا سوئے کوئی اس جہان میں
پتھر اگر تو بن کے کبھی روٹیاں رہے
چھالوں کو مات دیں گے سکوں سے وہ سوئیں گے
محنت کشوں کے پیروں میں گر جوتیاں رہے

دِوانہ بے وفا کا ہجر میں مشکور رہوتا ہے
وہ مشکل سے بھی مشکل راہ پر مسرور رہوتا ہے
مصائب سے بھری دنیا سے کب کافور رہوتا ہے
"مگر انسان ہنسنے کے لئے مجبور رہوتا ہے"
مقامِ عشق آتا ہے سمجھ میں تو اسی کے بس
خیالوں میں جو لیلیٰ کے سدا مَحْصُو رہوتا ہے
انا کی پھینک دے چادر خودی اپنی مٹا دے خود
خدا کے فضل سے بندا صفِ مبرور رہوتا ہے
سلیقہ سیکھ لیتا ہے وہ طوفانوں سے لڑنے کا
پرندوں کا جو چوزہ خود بہت کمزور رہوتا ہے
اگر چہ دل ہو زندہ تو مدد کے واسطے لوگو
کھڑا ہوتا ہے پیروں سے وہ جو معذور رہوتا ہے
حمایت ظالموں کی جس کی رگ رگ میں پنپتی ہے
وہی تو مسندِ انصاف پر مامور رہوتا ہے

حقیقت سے وہ وابستہ نہیں ہوتا قناعت کی
امیری پر جو اول سے یہاں معمور ہوتا ہے
پڑا رہتا ہے خستہ حال چوکھٹ پر کوئی عاصیؔ
کہیں کوئی دیارِ یار سے مہجور ہوتا ہے

❀❀

بُرا کچھ ہوا ہے کہ اچھا ہوا ہے
یوں خاموش کیوں ہے بتا کیا ہوا ہے
مجھے لگ رہا ہے کہ ناراض ہے تو
تری آنکھ سے بھی اشارہ ہوا ہے
طبیعت ذرا مطمئن لگ رہی ہے
بکھرنے کا پھر سے ارادہ ہوا ہے

درد زخم ملتے ہیں پھر بھی مسکراتا ہے
”آدمی محبت میں سب کو بھول جاتا ہے“
بس یہی حقیقت ہے! دارِ عشق وہ پہنچا
منزلِ وفا تک! جو بارِ غم اٹھاتا ہے
تیرے اس دِوانے کا یہ عجب تماشہ ہے
وصل یار میں کھو کر قربِ یار پاتا ہے
رازِ شمع پروانہ اپنی بانہو میں بھر کر
جا بجا شراروں کو خود پہ آزماتا ہے
مختصر سہی لیکن ساتھ گذرا وہ لمحہ
جتنا دور جاتا ہوں اتنا پاس آتا ہے
کھیلتے ہیں لفظوں سے آج کے سبھی عاشق
دل کو چیر کے اپنے کون اب دکھاتا ہے
مسکراتے چہرے کے پیچھے کتنے غم عاصیؔ
دیکھ لو خرد والوں خود سے ہی چھپاتا ہے

تم کو لم لکھ رہا ہوں کاغذ پر
محترم لکھ رہا ہوں کاغذ پر

سب نے سرخم لکھا ہے لیکن میں
دل کو خم لکھ رہا ہوں کاغذ پر

ساتھ وہ بھی شریک ہو جائے
میں کو ہم لکھ رہا ہوں کاغذ پر

راستے ہجر کے نہ بھولوں میں
ہر قدم لکھ رہا ہوں کاغذ پر

رند کی داستان لکھنا تھا
”جامِ جم لکھ رہا ہوں کاغذ پر“

بھولی بسری تمام یادوں کے
پیچ و خم لکھ رہا ہوں کاغذ پر

زخم تازہ رہے مرا عاصیؔ
بس صنم لکھ رہا ہوں کاغذ پر

اک نور سے مجھے
مشہور سے مجھے
دل دار کہیں
بھر پور سے مجھے
کوئی تو ہے
ہشنور سے مجھے
دیکھ رہی ہے
مخمور سے مجھے
چھوڑ گئی وہ
کچھ دور سے مجھے
فیصلے تیرے
منظور سے مجھے
عاصیؔ ہر دم
کوہ طور سے مجھے

نظر آیا نہیں کوئی
مجھے تجھ سا حسیں کوئی

یقیناً منتظر ہوگا
مرا اپنا کہیں کوئی

رکو آرام سے کہنا
”مجھے جلدی نہیں کوئی“

وفا کی راہ میں دیکھا
کوئی خوش ہے، حزیں کوئی

جھکائے سامنے رب کے
بنا مطلب جبیں کوئی

یہ دل ایسا مکاں جس کا
ملِک کوئی مکیں کوئی

حقیقت میں نہیں آتا
محبت کے دریں کوئی

کہاں دیکھی زمانے سے
شکستہ آستیں کوئی
لہو شاعر اگلتے ہیں
بتائے گا نہیں کوئی
جگا دے سوئے لوگوں کو
ترے قولِ زریں کوئی
کرو آرام سے باتیں
مجھے جلدی نہیں کوئی
ترے مہمان عاصیؔ کو
ذرا جچتا نہیں کوئی

❀❀

دار پر بے جا چڑھائے جاتے ہیں
"کیوں یہ بندے ستائے جاتے ہیں"
جیسے ہم درد سے چیختے ہیں
ویسے وہ مسکرائے جاتے ہیں

اوراق پہ دل کے ترے محکوم ہیں سارے
اشعار مرے آج بھی مرقوم ہیں سارے

احساس ترے دل کا مرے دل میں بھی ہوگا
"ورنہ تو ترے عیب بھی معلوم ہیں سارے"

کہنے کو تو اشعار میں کہتا ہی رہوں گا
فی الحال تخیل مرے مقسوم ہیں سارے

تکلیف شبِ ہجر کی جو جھیل رہے ہیں
دیدار کے طالب بڑے مظلوم ہیں سارے

مانا کہ تجھے پیار کسی اور سے ہوگا
القاب مرے نام سے موسوم ہیں سارے

چھائی ہے خموشی بڑی بزمِ سخن میں
اردو کے طلب گاریاں معدوم ہیں سارے

کرکے وہ خطا کہتے ہیں کس شان سے عاصیؔ
آنسو ترے جھوٹے بڑے مزعوم ہیں سارے

بسیط تر ہے نجابت خوشامدی نہیں ہے
ہمارا دل ہے ہمارا اَقامتی نہیں ہے

تمہارے حُسنِ گراں کے یہ روبرو مرشد
چراغ خوب ہے روشن مگر ازَلی نہیں ہے

حریف اپنا بناؤں میں کیوں زمانے میں
”منافقین کی احباب میں کمی نہیں ہے“

انا کی اوڑھ رکھی ہے ردا فقیروں نے
بلند سر ہے یہ اعجازِ سرمدی نہیں ہے

دوبارہ بات سنانی ہے تم کو محفل میں
کسی نے بات تمہاری ابھی سنی نہیں ہے

بہت ہی شوق سے کھاتا ہے آج یہ گندم
یہ آدمی ہے بڑا آدمی صفی نہیں ہے

سمجھ رہے ہیں سبھی فرق شاہ و خادم کا
تو منصرم ہے یہاں پر کوئی وصی نہیں ہے

بہت سا نام ہے اردو ادب کی دنیا میں
خیالِ زار تمہارا یہ کم ذکی نہیں ہے
بیان کرتا ہے واعظ جو آج کل عاصیؔ
جماعتی ہے حوالہ ثقافتی نہیں ہے

❀❀❀

ہچکیاں آنے لگی اشک بِھر جائیں گے
''ایسا لگتا ہے کہ اب ہم بھی سنور جائیں گے''
ایک مدت سے کھڑے راہ میں تکتے تم کو
اب دِوانے یہ سبھی لوٹ کے گھر جائیں گے
اپنے احساس سے محروم نہیں ہونے دیں گے
جان دل پر ترے ہم چھوڑ اثر جائیں گے
جس طرح ہم نے گزارے ہیں شب و روز صنم
اس طرح تیرے خیالوں سے نکھر جائیں گے

کلیدِ جُود مـزاروں سے بات کرنی پڑی
حصار بند سواروں سے بات کرنی پڑی
دلوں سے چھل کا اندھیرا مٹانے کے لئے ہی
" مجھے اکیلے میں تاروں سے بات کرنی پڑی "
ابھر نہ جائے کہیں عزم شر کشی بن کر
نہ چاہ کر بھی کناروں سے بات کرنی پڑی
حریمِ لامکاں سے آشنائی ہو میری
بصد خلوص مداروں سے بات کرنی پڑی
پڑی لہو کی ضرورت نہالِ گلشن کو
شکستہ حال فگاروں سے بات کرنی پڑی
بناؤں میں بھی گھروندے کھلونے بچوں کے
طفیل ظرف مہاروں سے بات کرنی پڑی
علاجِ مرضِ وفا جب تلاش کر نہ سکے
تو درد و غم سے شراروں سے بات کرنی پڑی

یوں سسکیاں رہی دبتی شکم میں بچوں کے
لگی تھی آگ کُدا روں سے بات کرنی پڑی
چھپا کے دل میں محبت کی آبرو عاصیؔ
ادب سے شاہی قلاروں سے بات کرنی پڑی

❁

خواب سب ادھورا ہے ہر خوشی ادھوری ہے
''آپ کے بنا میری زندگی ادھوری ہے''

❁

درد و غم دکھ کے شرارے تو نہیں رہتے نا
''اب محبت میں خسارے تو نہیں رہتے نا''

❁

میرے اللہ تری قربتوں کا سفر
''یوں ہی جاری رہے رحمتوں کا سفر''

جنت یہ حور نیکی امامات اور میں
سجدہ، امامِ عصر نذورات اور میں
واللہ متاعِ عشق میں اس کے سوا ہے کیا؟
ٹوٹی چٹائی، بار، اِفادات اور میں
لا تَقْنَطُو یہ طبعِ ظریفانہ ہوگئی
انصات خوش مزاج سقایات اور میں
مصداقِ حالِ زا، قدُ ماطاس! ٭منتظر٭
''یہ جھیل ماہتاب حسیں رات اور میں''
حیرت زدہ رہا مرا مجذوب اعتقاد
صوفی بھی شاعری بھی عصیرات اور میں
مرشد نگاہِ شوق سے اک بار دیکھ لو
پھر اس کے بعد دات فتوحات اور میں
کم ظرف زاہدوں کی نگاہوں میں آگئے
بدعات کائنات تحیات اور میں

صیغے میں کیسے آگئے ارکان الگ الگ
جذبات انسیت یہ بدیہات اور میں
قرطاس پر نصیب کے عاصیؔ لکھا ہے یہ
اوقات مشکلات قبوحات اور میں

اے جان خطا تو میری بتا کیا عشق و محبت کے ہے سوا
”دل توڑ کے میرا کیوں تو نے مجھے بیچ سفر میں چھوڑ دیا“

لذتِ ہجر سے واقف نہیں ہوں گے شاید
”اپنے اشکوں سے گریباں کو بھگونے والے“

واللہ نہ تڑپاؤ اٹھا لو ابھی پردہ
”ایسے تو چلی جائے گی بینائی ہماری“

حالات اور وقت سے پہلے گزر گیا
" مرحوم زندگی کی حراست میں مر گیا"

اس نے نکالے راستے کوہسار کاٹ کر،
لے کر وفا میں جلنے کا جو بھی ہنر گیا

کرتے ہیں مجھ کو دیکھ کے باتیں اسی کی سب
چہرے پہ میرے چھوڑ کے ایسا اثر گیا

جانے سے اس کے چھایا اندھیرا حیات میں
لگتا ہے لے کے ساتھ میں شمس و قمر گیا

دردر شکستہ حال یہاں سے وہاں گئے
تیری گلی میں آئے مقدر سنور گیا

نیندیں گئیں اماں گیا چین و سکوں گیا
جو بھی گیا یہاں سے، بہت معتبر گیا

عاصیؔ تمام عمر اسے ڈھونڈتا رہا
وہ سامنے نگاہوں کے آ کر گزر گیا

تیری تصویر لئے آنکھ میں مر جاتے ہیں
"راحتِ دل کے لئے کام یہ کر جاتے ہیں"
تو کہیں اور ہے میں بھی تو کہیں اور مگر
دل میں اک دوجے کے دونوں ہی اتر جاتے ہیں
فکر تجھ کو ہے مری فکر مجھے بھی تیری
آئینے میں اسی ہم دونوں سنور جاتے ہیں
ہم سفر کوئی سفر میں نہیں یادوں کے سوا
پھر بھی مشکل سبھی راہوں سے گزر جاتے ہیں
جو نکلتا ہے شبِ ہجر چھلک کر آنسو
تیری آنکھوں سے مری آنکھ میں بھر جاتے ہیں
دل گلی میں تری رہتا ہے نگاہیں در پر
لوٹ کر جب کبھی عاشق ترے گھر جاتے ہیں
منتظم عاصیؔ شبستاں میں صنم کے دیکھو
شمع کو چھوڑ کے پروانے کدھر جاتے ہیں

جب تلک فاصلہ نہیں ہوگا
تیرا میرا بھلا نہیں ہوگا

مسکرا کر جو جان بھی دے دے
مجھ سا تجھ کو ملا نہیں ہوگا

قبر ایسا مکان ہے جس میں
ساتھ میں دوسرا نہیں ہوگا

زخم ہر روز اک نیا دو گے
پھر پرانا ہرا نہیں ہوگا

جو نہیں ہے مرے مقدر میں
"چاہ کر بھی مرا نہیں ہوگا"

توڑ کر دل مرا چلے جاؤ
کوئی شکوہ گلہ نہیں ہوگا

سادگی دیکھ کر وہ عاصیؔ کی
کہہ رہے ہیں برا نہیں ہوگا

صادق رسوخِ عشق کو الہام کر دیا
"ہم کو تمہاری چاہ نے بدنام کر دیا"

میرا مقام خوب لقب بھی دبیر تھا
معشوق کے خیال نے نِفرام کر دیا

سب کچھ لٹا کے عشق میں بس جان تھی بچی
محبوب میرے وہ بھی ترے نام کر دیا

ملحوظ رکھ سکے نہ مری وہ وفاؤں کو
محفل میں سب کے سامنے مِدوام کر دیا

موجود گر نہیں قُدَماپَروَری بشر
سمجھو وجود اپنا زبر خام کر دیا

سب لوگ جانتے تھے یہ قومِ رحیم ہے
ہم نے ہی اپنے آپ کو ظلّام کر دیا

عشقِ رسولِ پاک و خوفِ منیر میں
فاقہ کشی نے عاصیؔ کو مطعام کر دیا

کچھ نئی ہے تو کچھ پرانی ہے
جو غزل بزم میں سنانی ہے
یوں بلندی پہ زندگانی ہے
زیبِ تن آج شیروانی ہے
فکرِ اردو کے کھیت کی ہم نے
"عمر بھر صرف خاک چھانی ہے"
اک انا کا شکار میں بھی ہوں
شاعری میری ضوفشانی ہے
اک طرف ہے وفاؤں کی میّت
اک طرف خوب شادمانی ہے
ایک ہو کر جنوں شبِ فرقت
کہہ رہے ہیں یہ کامرانی ہے
مجھکو شکوہ گلہ کسی سے نہیں
میرا دشمن مری جوانی ہے

بندگی رب کی آ ابھی کر لے
چند لمحوں کی یہ جوانی ہے

اس کے چہرے پہ داغ چیچک کے
خوبصورت سی کہکشانی ہے

سبز پہچان ہے مری اپنی
دل مرا خوب زعفرانی ہے

خوب ہنس ہنس کے سب سے ملتا ہوں
میری اپنی یہی نشانی ہے

میں ہوں اردو زباں کا شیدائی
میری خوراک یہ روحانی ہے

کیوں جھکا کر رکھوں نگاہوں کو
آنکھ سے آنکھ جب ملانی ہے

یوں تو رہتا ہے خاک پر عاصیؔ
ہاں مگر فکر آسمانی ہے

ماں کی آغوش محافظ بھی ہے تابانی بھی
یہ وہ مسکن ہے جہاں جھکتی ہے سلطانی بھی

دور رکھنا ریا کاری کو سنبھل کر چلنا
"یہ سبق بھی ہے عبادت بھی ہے قربانی بھی"

دولتِ دین سے سرشار کیا ہے مجھکو
یا خدا کر دے عطا الفتِ عمرانی بھی

بات کرتا ہوں ہواؤں سے دِوانہ نہ سمجھ
مشغلہ رکھتی ہے دریا کی یہ تغیانی بھی

پُرفتن دور ہے مشکوک نگاہیں سب کی
ایک صیغے میں نظر آتے ہیں ربانی بھی

تیری نسبت سے ہوا ہے یہ دبستانِ سخن
شعر کہنے جو لگا طفل دبستانی بھی

اب تو شورش سے کہاں جائے گا بچ کر عاصیؔ
نا رہی باقی کہیں کوئی شبستانی بھی

تعصب کو مٹانا چاہتا ہوں
"تعلق مخلصانہ چاہتا ہوں"

یہ مانا کے بہت تکلیف ہوگی
مگر! رشتہ نبھانا چاہتا ہوں

جہاں سے مل رہا ہے دو جہاں کو
وہیں میں آب و دانہ چاہتا ہوں

عطا کر دے مجھے یارب محبّت
میں خود کو بھول جانا چاہتا ہوں

میں کچھ پل کے لئے واپس مرا! وہ
لڑکپن کا زمانہ چاہتا ہوں

رہے ذوقِ سخن میرا سلامت
یہیں فن آزمانا چاہتا ہوں

کہ جس میں تو رہے مَیں، اور ساغر
میں ایسا آشیانہ چاہتا ہوں

ترے دل میں مرے دل میں جو کچھ ہے
وہی سننا سنانا چاہتا ہوں
سمجھتا ہی نہیں عاصیؔ! مرا دل
مگر میں مسکرانا چاہتا ہوں

❁❁❁

میرے محبوب شک نہیں ہوگا
تجھکو احساس تک نہیں ہوگا
پا تلے پھر زمیں نہیں ہوگی
سر پہ تیرے فلک نہیں ہوگا
جانتا ہوں تجھے صنم میرے
درد و غم اب تلک نہیں ہوگا

مرضیِ خدا کیا ہے بتا کیوں نہیں دیتے
"تم اچھے مسیحا ہو شفا کیوں نہیں دیتے"

کیوں اپنی نیابت میں مجھے ساتھ رکھے ہو
گر ہوں میں گنہگار سزا کیوں نہیں دیتے

گر چاہتے ہو دور رہوں خواب و نظر سے
خود ہاتھ سے تم زہر پلا کیوں نہیں دیتے

اک زخم پہ ہر روز چھڑکتے ہو نمک تم
بتلا بھی دو اب زخم نیا کیوں نہیں دیتے

اعجازِ محبت کا طلب گار اگر ہوں
الزامِ جفا مجھ پہ لگا کیوں نہیں دیتے

جب گردشِ ایام جکڑ لیتے ہیں تم کو
گر ہوں میں تمہارا تو صدا کیوں نہیں دیتے

اک بات بتاؤ مجھے تم عاصیؔ کو اپنے
کیوں قرب میں رکھتے ہو بھگا کیوں نہیں دیتے

پیغامِ سرِ عام کے نفرام ہی ہیں
"ہر کام کے انجام میں ناکام ہی ہیں"
بیزار جو فرقت کے تلاطم سے ہوئے تھے
ناکام وہ الہام کے پیغام ہی ہیں

٭

دارِ الفت سے گزرنے کا ارادہ کرلیا
ہم دوانوں نے حسینوں سے زیادہ کرلیا
سن کے اہلِ حُسن کے ظلم و ستم کی داستاں
درد و غم رنج و الم سے استفادہ کرلیا

٭

دارِ الفت کا نشہ رہنے دے
"اپنی آنکھوں میں بسا رہنے دے"
میری مجذوب طبیعت کو سمجھ
اور جو کچھ بھی ہوا رہنے دے